بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر موضوعی

# روح اور موت کی حقیقت

جدید وقدیم علوم اور سائنس، مذاہب عالم
قرآن اور حدیث کی روشنی میں


تحقیق وتالیف

مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی



ناشر

اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر موضوعی

# روح اور موت کی حقیقت

جدید و قدیم علوم اور سائنس، مذاہب عالم
قرآن اور حدیث کی روشنی میں

تحقیق و تالیف

مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر

اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ
B-285 بلاک 13 فیڈرل بی ایریا، کراچی فون 6364519

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: روح اور موت کی حقیقت

ترتیب وتالیف: ڈاکٹر سید محمد حسن رضوی

صفحات: 120

تعداد: 1000

ناشر: اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

مطبوعہ: النجف پرنٹرز و پبلشرز

ملنے کا پتہ

B-285 بلاک 13 فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

فون: 6364519

الف 56 خیابان میر تقی میر رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی

فون: 021-6701290 موبائل: 0300-2459632

باسمہ تعالیٰ

# روح کی حقیقت

## مغربی مفکرین کی نظر میں

(۱) ڈیکارٹ نے کہا کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے۔ حیوانوں میں روح نہیں ہوتی۔ حیوانوں کے افعال مشینی ہوتے ہیں۔ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔

(۲) ھیگل کا کہنا ہے کہ نہ خدا ہے نہ روح ہے۔ بس مادہ ہی مادہ ہے۔

(۳) ڈیمقراطیس روح کو مانتا ہے مگر اس کو مادّی چیز سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک روح بہت لطیف اور نہایت چکنے و چمکدار اور ہموار جوہروں سے ملکر بنتی ہے۔

(۴) افلاطون پہلا فلسفی تھا جس نے روح کو لافانی کہا۔ اس کے نزدیک روح کے دو (۲) رخ ہیں۔ ایک عقلی اور دوسرا غیر عقلی۔ روح کا اصل کام غور وفکر کرنا، چیزوں کو محسوس کرنا اور خواہش کرنا ہیں۔ روح کا عقلانی پہلو اس کو عالم مثال سے جاملاتا ہے اسی لئے روح لافانی ہے۔ مرنے کے بعد عالم مثال میں چلی جاتی ہے۔

(۵) ارسطو کے نزدیک جسم اور روح ایک ہی چیز کے دو (۲) رخ ہیں۔ روح جسم نہیں ہے اور جسم روح نہیں ہے۔ مگر دونوں کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ روح اصل میں ایک قوت ہے جو زندہ جسم میں ہوتی ہے مگر مردہ جسم میں نہیں ہوتی۔

(۶) برکلے کہتا ہے کہ روح، نفس، انا اور عقل یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ روح سے مراد وہ قوت ہے جو سوچتی سمجھتی اور غور کرتی ہے اور خواہشات اسی سے

پیدا ہوتی ہیں۔یہی محسوس کرتی ہے اور ادراک کرتی ہے۔

(۷) ہیوم نے لکھا کہ اگر روح واقعی کوئی چیز ہوتی تو مجھے اسکا علم ہوتا۔اس لئے روح کوئی چیز نہیں ہے۔

(۸) مگر جدید مغربی مفکرین میں ہیون نے اسکی تردید کی۔انہوں نے لکھا کہ اگر چہ ہمیں محسوسات کے ذریعے روح کا پتہ نہیں چلتا مگر ہمیں اپنی ذات کا وجدان یا آگہی حاصل ہے۔(شاید یہی روح ہے)

غرض افلاطون سے لے کر 1738 تک تمام مغربی مفکرین نے روح کو ایک جوہر لافانی تسلیم کیا۔البتہ 1739 میں ڈیوڈ ہیوم نے لکھا کہ روح نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔اگر کچھ ہے تو وہ حرکات اور احساسات کا ایک بنڈل ہے۔

(۹) نٹشے نے روح کو مانا اور اسکو مطلق انا کا نام دیا۔اور یہ بھی ثابت کیا کہ انفرادی روح کا تعلق روح مطلق (خدا) سے قائم رہتا ہے۔

(۱۰) شوپنہار اور بریڈلے نے لکھا کہ نفس کائنات کا بنیادی جوہر یا مواد ہے۔مگر یہ ارتقائی عمل سے پیدا ہوتا ہے۔

(۱۱) ڈبلیو کے کلیفورڈ نے شعور کو نفس بھی کہا اور روح بھی۔

(۱۲) برطانوی مفکر جیمز وارڈ نے نفس شعور اور محسوسات ان تینوں کو کائنات کی اساس قرار دیا۔جسم دماغ اور نفس ایک ہی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

(۱۳) بالٹ ماروین، مانٹیگو، ہیری امریکہ کے عظیم مفکرین کے گروہ نے آگہی، نفسی عمل کو جسمانی ردعمل قرار دیا۔اور روح کو عضویات کی مرکب مشین سمجھا۔

(۱۴) سفیانا اور ذریک کے گروپ نے کائنات کو دوئی پر مبنی مانا۔ یعنی انسان مادی بدن اور نفس تصورات و کیفیات کا مرکب ہے۔ یہی انسان کی حقیقت ہے۔ یعنی مادہ اور نفس۔

(۱۵) ابتدائی سائنس نے روح کو زندگی کی ترقی یافتہ شکل سمجھا تھا۔

# مسلم مفکرین اور روح کی حقیقت

(۱) اخوان الصفا کے مفکرین کے گروہ نے خدا کو کائنات کی روح مانا۔ انسان کے اندر ایک عام روح ہوتی ہے اور ایک خاص روح۔

(۲) نظام سیار مغزلی نے لکھا کہ روح جسم ہی کی شکل کی ہوتی ہے جو پورے جسم میں اس طرح موجود ہے جیسے دودھ میں مکھن موجود ہوتا ہے۔ (اسکو جسم مثالی بھی کہا جاتا ہے)۔

(۳) شیخ اشراق نے لکھا کہ انسان کا وجود تجلی کا عاشق ہے۔ یعنی ظاہر ہونے کا۔ اس لئے وہ روح کے ذریعہ تجلی حاصل کرتا ہے۔ روح جسم میں رہ کر سرچشمہ نور (مراد خدا) سے براہ راست تعلق پیدا کرسکتی ہے۔ مگر روح تجلی کو براہ راست جسم انسانی میں داخل نہیں کرسکتی۔ کیونکہ جسم نحوس اور تاریک ہے۔ اس لئے جسم اور روح کے درمیان تعلق پیدا کرنے کے لئے ایک وسیلے کی ضرورت ہے۔ یہ واسطہ یا وسیلہ روحِ حیوانی ہے جسے نفس کہتے ہیں۔ نفس ایک گرم لطیف شفاف بخار ہے جسکا خاص مقام قلب کے بائیں طرف ہوتا ہے۔ یہ نفس پورے بدن میں گھومتا رہتا ہے۔ مگر اس نفس میں نور مطلق (خدا) سے ملنے کا عشق اتنا قوی ہوتا ہے، جتنا پروانے کو شمع سے ملنے کا عشق ہوتا ہے۔

نفس اور ذہن ایک ہی وحدت ہے۔ نفس اور ذہن کی تمام قوتیں اور حصا حقیں

پر اسرار طور پر روحِ انسانی سے تعلق رکھتی ہیں۔

پھر لکھا کہ انسان کے اندر تین قوتیں ہیں جو متحرک ہیں۔

(۱) عقل یا روحِ ملکوتی۔ یہ علم کے شوق کا سرچشمہ ہے۔

(۲) روح حیوانی۔ اس سے غصہ، شجاعت، اقتدار پسندی، بلند حوصلگی ملتی ہے۔

(۳) روح بہیمی۔ یہ نفس پرستی، خواہشاتِ شہوانی اور جذبات کا سرچشمہ ہے۔

مجدد الف ثانی روح کو عالم امر کی تخلیق بتاتے ہیں، مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ روح کو عالم خلق کا ظرف ملا ہے۔ اسی لئے اس میں جسمانی خواص پیدا ہو گئے۔ عالمِ امر میں ہر چیز خدا کے حکم پر فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ عالمِ خلق میں بتدریجاً پیدا ہوتی ہے۔ انسان کی روح جب جسم میں آتی ہے تو جسم کی وجہ سے اسمیں ہیجانات اور سرکشی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی کو قرآن کی زبان میں نفس امارہ کہتے ہیں جو برائی کا حکم دیتی رہتی ہے۔

(۵) شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ روح حیوانی اور روح انسانی کے درمیان واسطہ نفس سے ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد نیک لوگوں کی روحیں ملکوت کے ساتھ مل کر مختلف فرائض ادا کرتی ہیں۔ وہ لوگوں کے دماغوں میں نفیس اور اعلیٰ خیالات اور اچھی اچھی تجویزیں اِلقا کرتی رہتی ہیں۔ امراض و افکار کے مقابلہ کرنے کے لئے ثابت قدم رہنے کی تلقین بھی کرتی ہیں۔

(۶) ابنِ سینا نے لکھا کہ روح مادیت سے ماورئی ہے۔ روح کی صلاحیتیں دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں (۱) ادراک یعنی سمجھنا، سوچنا، محسوس کرنا۔ (۲) عمل

ارادے اور قوتیں۔ روح میں آٹھ حواس ہوتے ہیں جیسے سننا، دیکھنا، چھونا، سونگھنا، علم کا شوق، ادراک، گرمی، سردی کا احساس۔

(۷) تصوف کے ماہرین نے لکھا کہ پوری کائنات ایک ہی روح (خدا) کے مظاہر ہیں۔ ہر انسان کی روح الگ الگ ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد روح عالمِ برزخ میں یا تو علیین (بہت بلند لوگوں) کے ساتھ رہتی ہے۔ یا سجین (قید خانے) میں قید رہتی ہے۔ عذابِ قبر روح کو ہوتا ہے۔ مگر حشر میں روح جسم کے ساتھ ہوگی۔ قبر سے مراد برزخ ہے۔ روحیں عالمِ برزخ میں ہوتے ہوئے بھی اپنے جسمِ مادی سے ایک تعلق ضرور رکھتی ہیں۔ مرنے کے بعد روح ایک مثالی جسم میں مجسم ہو جاتی ہے۔

# روح کی حقیقت احادیث کی روشنی میں

جناب رسول خداؐ نے فرمایا اور حضرت علیؑ نے روایت فرمائی کہ مرنے کے بعد انسان کی روح ایک جسمِ مثالی سے تعلق رکھتی ہے اور وہ جسم ہمارے مادی جسم سے اسقدر مشابہ ہوتا ہے کہ اگر ہم اسکو دیکھ لیں تو پہچان لیں گے کہ یہ فلاں آدمی کی روح ہے۔

نیز فرمایا کہ روح خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے جو ہوا کی طرح متحرک ہے۔ اسی لئے اس کا نام روح (ریح یعنی ہوا) سے مشتق ہے۔ پھر خداوند عالم نے انسانی روح کو اپنی طرف نسبت دی فرمایا "میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی"۔ (القرآن)

خدا نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ خداوند عالم نے آدمؑ کی روح کو چن لیا تھا۔ جس طرح خداوند عالم نے کعبہ کو تمام گھروں میں سے چن لیا ہے۔ یا تمام رسولوںؑ میں

سے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل (دوست) چن لیا تھا۔ مگر تمام ارواح مخلوق ہیں اس لئے حادث ہیں۔ سب کی تربیت کیجاتی ہے۔ اس لئے تمام اروح خداوند عالم کی محتاج ہیں۔ خدا کی شریک یا برابر نہیں۔ بلکہ خدا کی غلام اور مخلوق ہیں۔ اور خداوند عالم کی تربیت کی محتاج ہیں۔

## قرآن مجید اور روح کی حقیقت

خداوند عالم نے فرمایا ''اور وہ لوگ آپؐ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپؐ فرمادیں۔ کہ روح میرے پالنے والے مالک کے حکم سے (پیدا ہوتی) ہے۔ مگر تم لوگوں کو (روح سے متعلق) بہت کم علم دیا گیا ہے''۔

(القرآن سورہ بنی اسرائیل ۸۵)

## معلوم ہوا کہ روح عالمِ امر سے ہے:۔

روح عالم امر سے ہے، عالمِ خلق سے نہیں ہے۔ عالمِ امر وہ ہے کہ جہاں ہر چیز خدا کا حکم ملتے ہی فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے ملائکہ پیدا ہوئے۔ عالم خلق میں ہر چیز بتدریج پیدا ہوتی ہے۔ روح کا تعلق عالم خلق سے نہیں ہے بلکہ عالم امر سے ہے۔ یعنی روح خدا کا حکم ملتے ہی فوراً پیدا ہوگئی۔

## تشریح:۔

انسانی جسم کی مثال ایک کارخانے جیسی ہے۔ کارخانے میں مختلف مشینیں لگی ہوتی ہیں۔ جس میں کئی کئی کل پرزے ہوتے ہیں۔ انہیں پرزوں کو جوڑ جاڑ کر مشین بنائی

جاتی ہے۔ جب مشین میں تمام پرزے فٹ ہو جاتے ہیں، تب انمیں بجلی کا کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کرنٹ چھٹتے ہی فوراً تمام ساکن اور خاموش پرزے اپنا اپنا کام شروع کر دیا کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح خداوند عالم نے پہلے رحمِ مادر میں تمام انسانی اعضاء کو بنایا۔ ہر ایک کا اندازہ مقرر کیا کہ کونسا عضو کس شکل اور کس سائز اور کام کا ہو۔ اس کو قرآن کی زبان میں ''تصویر'' کہتے ہیں۔ اعضاء کو جوڑا جاڑ اان میں تعلق پیدا کیا۔ ان کا کام معین کیا۔ اسکو تخلیق کہتے ہیں۔ پھر تمام اعضاء انسانی کو جوڑ جاڑ کر اسکی شکل بنائی اور جسم انسانی مس انکوفٹ کیا۔ اسکو قرآن کی زبان میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

پھر آخر میں انسان کے جسم کی مشین کو چالو کرنے کیلئے اپنا ایک حکم دے کر روح کو پیدا کیا اور جسکا کرنٹ پورے جسم میں پھیل گیا۔ فوراً جسم انسانی کی مشین کے تمام کل پرزے مثلاً دل دماغ جگر معدہ پھیپھڑے کان آنکھ ناک وغیرہ اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

اسی کو خدا کا امر کہتے ہیں۔ جس سے روح بنی ہے۔ امر الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند عالم نے خود فرمایا ''پس اللہ کا امر (حکم) تو یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا۔ فوراً وہ چیز ہو جاتی ہے''۔

(القرآن سورہ یاسین ۸۲)

معلوم ہوا کہ امر کی حقیقت خداوند عالم کا ارادہ فرمانا ہے۔ مگر قرآن مجید نے پہلے خلق کا ذکر فرمایا ہے پھر بعد میں امر کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جسم انسانی رحمِ مادر میں خلق کیا جاتا ہے۔ پھر خداوند عالم ارادہ فرما کر امر (حکم) فرماتا ہے۔

یعنی روح کے پیدا ہونے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ فوراً روح پیدا ہو کر جسم انسانی میں کرنٹ کی طرح دوڑ جاتی ہے اور فوراً انسان زندہ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ خداوند عالم کے حکم سے ایک ''ملکِ اکبر'' یا ''روحِ اعظم'' پیدا ہو چکی ہو۔ جسکا ذکر احادیث رسولؐ میں آتا ہے۔ ہم اسکو روحوں کا خزانہ یا اسٹور کہہ سکتے ہیں۔ یہیں سے روحِ حیات کی لہریں جسموں کی طرف دوڑتی ہیں، جسے احادیث میں الارواح جنود مجندہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی بے شمار روحوں کا خزانہ۔ یہیں سے روحوں کا وہ کرنٹ چھوڑا جاتا ہے، جو رحمِ مادر میں بچے کو زندہ کر دیتا ہے اور اسکو اسکی روح مل جاتی ہے۔ اسکے ملتے ہی تمام اعضاء میں زندگی کا کرنٹ دوڑ جاتا ہے اور وہ حرکت کرنے لگتے ہیں۔ زندگی کروٹیں بدلنے لگتی ہے۔ اور ارتقا کی منزلیں طے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان کی تخلیق خلق اور امر دونوں سے ہوتی ہے۔ تمام خلق سے جسم پیدا ہوا ہے جو بتدریج بڑھتا چلا جاتا ہے اور روح عالم امر یعنی خدا کے حکم سے فوراً پیدا ہو گئی ہے اور جسم سے آملی ہے۔

## اسپریچولزم Spritualism:۔

ڈاکٹر مسمائرے نے جو آسٹریلیا کا رہنے والا تھا، 1842 میں یورپ میں روحانیت کو متعارف کرایا۔ حاضرات روح کے ادارے بنائے۔ وہ لوگ خود کو ''روحانی'' Spritualist کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ جس انسان کی روح کو چاہیں، فوراً بلوا سکتے ہیں۔ اس کو دیکھ سکتے ہیں، سن سکتے ہیں۔ انہوں نے اسکا مظاہرہ بار بار کیا۔ آج امریکہ میں میں نے خود ٹی وی پر اسکے بے شمار مظاہرے دیکھے ہیں اور لندن

میں خود اسکا تجربہ بھی کیا ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں آج روح کو ایک حقیقت مان لیا گیا ہے۔ آج امریکہ یورپ میں ان فلسفیوں کی کوئی نہیں سنتا جو کہتے تھے کہ روح کچھ نہیں ہوتی، بس مادہ ہی مادہ ہوتا ہے۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

مگر بعض مشرقی مفکرین کا یہ خیال ہے کہ Spritualist جسے روح سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں ہمزاد ہے۔ لیکن میں نے حضرت شہید اللہؒ سے جو ایک عظیم صوفی بزرگ (ماسٹر) تھے، فرماتے سنا ہے کہ Spritualist روح سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ مگر وہ روح کا نچلا حصہ ہوتا ہے۔

برٹن رسل جو برطانیہ کا عالمی سطح کا فلسفی تھا اس نے لکھا کہ میں بھی Spritual Society گیا اور میں نے ان کو Scientific پایا۔

## روح سے ملاقات کا میرا ذاتی تجربہ:۔

1973 مین لندن میں ٹیلیفون پر وقت لے کر میں Spritual Society جو ہائیڈ پارک کارنر پر ہے، ڈاکٹر مارگن سے ملا جو اس سوسائٹی کے چیرمین تھے۔ میں کراچی ہی سے یہ طے کر کے گیا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم کی روح سے ملاقات کروں گا۔ ڈاکٹر مارگن نے کمرے میں آتے ہی مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنے والد کی روح سے ملنے آئے ہو اور تمہارے والد کی روح میرے سامنے ہے۔ پھر انکا مکمل حلیہ بتایا یہاں تک کہ یہ تک بتا دیا کہ انکے کونسے دانت اصلی ہیں اور کونسے نقلی۔

لباس دیکھ کرانہوں نے فرمایا" وہ مجھے مذہبی رہنما لگتے ہیں۔ سیاہ عمامہ باندھے ہیں لمبی قیص پہنے ہیں"۔ پھراس نے کہا He Says وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے تین بیٹے ہیں۔ مگر مجھے اپنا یہ بیٹا زیادہ اس لئے پسند ہے کہ مذہبی خیالات رکھتا ہے۔" پھراس نے کہا کہ تمہارے والد یہ پوچھ رہے ہیں کہ تمہاری وہ انگوٹھی کہاں چلی گئی جو تمہارے ایک دوست نے تمہیں تحفہ میں دی تھی"۔ میرے والد کو وہ انگوٹھی اس لئے پسند تھی کہ اسکا عقیق بہت بڑا تھا۔ مگر مجھے اس لئے پسند نہ تھی کہ ہاتھ پر بھاری لگتی تھی۔ اس لئے میں اسکو اتار چکا تھا۔

ڈاکٹر مارگن نے مجھ سے پوچھا کہ ایک کرسچن ڈاکٹر ہیں جن کی روح تمہارے سر پر ہاتھ رکھے کھڑی ہے اور تمہیں اس محبت سے دیکھ رہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کو دیکھتی ہو۔

مجھے یاد آیا کہ وہ ڈاکٹر تونس ہوں گی جو عیسائی ڈاکٹر تھیں اور راہبہ تھیں انہیں کے ہاتھ سے میری ولادت ہوئی تھی اور کیونکہ میری ولادت آٹھویں مہینے میں ہوئی تھی اس لئے بہت کمزور تھا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئیں تھیں اور روئی کے صندوق میں ایک ماہ رکھ کر میری پرورش کی تھی اور مجھے اپنا بیٹا کہتی تھیں۔ میرا علاج تک مفت کرتی تھیں۔

میرے والد کی عادت تھی کہ اگر ان کے سامنے حضرت امام حسینؑ کا نام لیا جاتا تھا تو انکا چہرہ سرخ ہو جاتا اور تین مرتبہ جھک کر فرماتے تھے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پھر ہم کو حکم دیتے کہ امام حسینؑ کا نام بہت ادب سے لیا کرو۔ میں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ میرے والد کی روح پر امام حسینؑ کا نام لینے سے اثر ہوتا ہے کہ نہیں؟ میں نے ڈاکٹر

مارگن سے کہا کہ آپ میرے والد سے پوچھیں کہ امام حسینؑ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس سوال پر ڈاکٹر مارگن نے مجھ سے پوچھا۔ کہ امام حسینؑ کون تھے؟ پھر اس طرف گھبرا کر دیکھا جس طرف اس نے کہا تھا کہ میرے والد کی روح موجود ہے۔ پھر اسکا چہرہ سرخ ہو گیا۔ سر جھکا جھکا کر تین دفعہ کہا I bouth him۔ پھر کہا کہ آپ کے والد کہہ رہے ہیں کہ یہ نام بہت ادب سے لیا کرو۔

جب وقت ختم ہو گیا تو ڈاکٹر مارگن نے مجھ سے پوچھا کہ امام حسینؑ کون تھے؟ تو میں نے کہا کہ وہ محمدؐ کے نواسے تھے۔ اس پر ڈاکٹر مارگن نے کہا کہ میں محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کو مانتا ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ تو کہنے لگا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت عیسیٰؑ کی روح کو بلایا۔ مگر انہوں نے میری درخواست کو سختی سے رد کر دیا۔ پھر میں نے سوچا چلو آج محمدؐ کی روح کو بلاتا ہوں۔ جب میں نے انکو بلانا چاہا تو محمدؐ کی روح نے بھی میری درخواست اس شدت سے رد کی جتنی شدت سے حضرت عیسیٰؑ نے رد کی تھی۔ پھر ڈاکٹر نے کہا کہ سوا نبی یا ولی کے میرے بلانے پر کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ محمدؐ سچے اور واقعی خدا کے رسول تھے۔

# موت کی حقیقت

# CONCEPT OF DEATH

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

قدیم اور جدید انسان کے نظریہ مرگ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ قدیم ادوار میں مفکرین کا خیال تھا کہ موت کے اسباب بیرونی External ہوتے ہیں۔ لیکن جدید مفکرین اندرونی وجوہات کو موت کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ گویا موت تمام زندہ چیزوں کی خصوصیت ہے۔ اسکا مطلب یہ نکلا کہ ضروری نہیں ہے کہ انسان صرف ناموافق حالات کی وجہ سے مرے، بلکہ انسان جب ایک خاص عمر کو پہنچتا ہے، تو اسکی موت یقینی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے موت کو ''یقین'' کا نام بھی دیا ہے۔ اسی لئے آج انسانوں اور جانوروں کی اوسط عمروں تک کا حساب لگا لیا جاتا ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ ہر پیدائش اپنے ساتھ موت کا ''یقین'' لے کر آتی ہے اور ہر ذی روح کو بالآخر مرنا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (القرآن)

آئن سٹائن نے تو یہاں تک ثابت کر دیا کہ پوری کی پوری کائنات روز بروز ٹھنڈی اور تاریک ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ عمل اتنا آہستہ آہستہ ہو رہا ہے کہ ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی تبدیلی بھی کئی لاکھ سال کے بعد ظاہر

ہوتی ہے۔ اس لئے تاروں اور سیاروں کا تخریبی عمل دن بدن انکو سرد اور تاریک کرتا چلا جا رہا ہے۔ اسطرح کروڑوں سال بعد ہماری روشن اور گرم کائنات یقیناً سرد اور تاریک ہو جائیگی شاید اسی کا نام قیامت ہے۔

مگر کسی چیز کا غیر دوامی یا فانی ہونا ہمیں اسکی جمالیاتی لذتوں سے محروم نہیں کرتا۔ بلکہ بہت سی لمحاتی چیزیں ہمیں کچھ زیادہ ہی خوبصورت اور دلکش معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی پھول غیر معین عرصے کے لئے کھلا رہے تو وہ ہمیں شاید اتنا خوبصورت نہ لگے، جتنا اب لگتا ہے۔ بہار کا موسم ہمیں اس لئے پسند ہے کہ خزاں کے تمام موسم میں اسکا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہماری یہ دنیا کی مختصر سی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے، مگر اسکے باوجود ہماری دلچسپیاں اس سے قائم ہیں، اگرچہ ساتھ ساتھ اسکے مختصر ہونے کا رنج بھی ہمیں ستاتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی چیز لذت بخش بھی ہو سکتی ہے اور باعث کرب بھی۔ اگر ہم زندگی کو ذرا پھیلا کر دیکھیں تو مستقبل کی خوشیاں ہمیں حال کی خوشیوں سے کہیں زیادہ بھاتی ہیں۔

## "موت کی حقیقت کے بارے میں مختلف نظریات"

(۱) بدھ مت میں خیال کیا جاتا ہے کہ انسان آخرکار نظامِ کائنات میں کھو کر معدوم ہو جائے گا، یہی اسکا نروان (نجات) ہے۔ ہر فرد جو نروان حاصل کرتا ہے وہ بعض نفسیاتی کیفیات سے گزرتا ہے جنکی حقیقت مختلف درجات کا اعادہ ہے۔ اسکی بہترین مثال بدھ کی وہ واردات ہیں جن سے گزر کر اس مقدس ہستی کو نروان (نجات) حاصل ہوئی۔ یہ اسطرح ہوا کہ پہلے دورانیہ Tranca میں داخل ہوا۔ پھر دوسرے

تیسرے دورانیہ میں داخل ہوا۔ پھر چوتھے دورانیہ سے نکل کر وہ مکان کی محدودیت میں داخل ہوا۔ پھر شعور کی لامحدودیت میں داخل ہوا۔ پھر معدومیت کی دنیا میں داخل ہوا۔ پھر وہ ایسی دنیا میں داخل ہوا جہاں نہ ادراک ہے نہ غیر ادراک۔ پھر وہ ایسی دنیا میں جہاں ادراک بالکل معطل ہو جاتا ہے۔ پھر پلٹا اور دوبارہ معدومیت میں داخل ہو کر، پھر دوبارہ شعور کی محدودیت میں داخل ہوا۔ پھر اسی طرح واپس لوٹتا رہا۔ آخر کار چوتھے دورانیہ سے نکل کر اس مقدس ہستی کو نروان حاصل ہو گیا۔

ہندو مذہب میں کرم کا چکر اپنے آپ کو دہراتا ہے۔ مگر ہندو مذہب میں انسان چکر پورا نہیں کرتا بلکہ اسکی حرکت پنڈولم کی طرح کی ہوتی ہے۔ یہ حرکت اپنی آخری حد کو چھو لیتی ہے تو پھر وہ دوبارہ درجہ بدرجہ اسی مقام پر لوٹتی ہے جہاں سے وہ چلی تھی۔ یہ اعادہ کا اصول صرف مشرقی مفکرین میں ہی محدود نہیں ہے، بلکہ مغربی فلسفے میں بھی اسکے واضح اشارے ملتے ہیں۔ برگسان، آئن اسٹائن، افلاطون اور ارسطو سب کو یقین تھا کہ وقت کی صورت دائرے کی سی ہے۔ اسی لئے دوامی حکمت Eternal Wisdom بار ہا اپنے کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ اور اس طرح دوامی چکر چلتا رہتا ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں (اقبال)

یونانیوں کے نزدیک بھی تاریخ کا عمل کوئی ارتقائی عمل نہیں ہے۔ بلکہ واقعات وقفوں وقفوں کے بعد بار بار دہرائے جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے کو دہراتی رہتی ہے۔ غرض مراجعت اور اعادہ زندگی کو ترقی دیتا رہتا ہے، زندگی کو ختم

نہیں ہونے دیتا۔

فرائیڈ نے تحلیل نفس کے ذریعے ثابت کر دیا ہے کہ اعادہ اور مراجعت کا اصول حیوانات اور نباتات کو بھی پہلی حالت کی طرف لے جاتا ہے۔

واپس لوٹنے کے اصول کو جدید دور میں شوپنہار، اسپنگلر اور وائز مین تک نے ثابت کیا ہے۔ نطشے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''ممکن ہے ہم پھر کبھی دوبارہ اسی طرح ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں اور اس پلٹنے کے مسئلہ پر یونہی بحث و مباحثہ کر رہے ہوں''۔

علم الحیوانات کے عظیم عالمی ماہر وائز مین وہ پہلا سائنس دان ہے جس نے لیبارٹری میں زندہ مادے کو فانی اور غیر فانی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس نے فانی حصے کا نام SOMA یا جدی حصہ رکھا ہے۔ اسکے نزدیک صرف یہی حصہ مر سکتا ہے۔ رہا نطفی خلیہ Germ Cell تو وہ اپنی ماہیت ہی کے اعتبار سے غیر فانی ہے۔ اگر اسے موقع ملے اور حالات موافق ہوں تو نطفی خلیہ نیا فرد دوبارہ بن جاتا ہے اور اپنے گرد نئے سومے SOMAS تعمیر کر لیتا ہے۔

خرمن جلا ہے ، ذوقِ نشیمن جلا نہیں

پھر آشیاں بناؤں گا یاس آشنا نہیں

غرض اسکے نزدیک حیاتیاتی لحاظ سے موت جزوی طور پر واقع ہوتی ہے۔ کلی طور پر واقع نہیں ہوتی۔

فرائیڈ اس تمام بحث کو تھیوری کی شکل دیتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ موت کی

وجوہات باطنی ہوتی ہیں اور تمام چیزوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی اصلی پہلی حالت میں لوٹ آئیں تا کہ بدھ کی زبان میں نروان (نجات) حاصل کریں۔ اس لئے زندگی اعادہ بھی ہے اور ارتقا بھی۔

قرآن مجید نے اس اعادہ اور ارتقا کے اصول کو بالکل واضح طور پر بیان فرمایا ہے ''جس طرح تمہیں ابتداء میں پیدا کیا گیا تھا، اسی طرح تم کو واپس لوٹنا ہے''۔

(القرآن سورہ اعراف ۲۹)

''حقیقت ہے کہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ ضرور لازمی طور پر تم سے مل رہے گی۔ پھر تم لوٹائے جوؤ گے، اس ذات کی طرف جو تمہاری ڈھکی چھپی اور کھلی ہوئی تمام باتوں کو جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتلادے گا وہی کچھ جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے''۔ (القرآن سورہ جمع ۸)

''اور تم پہلی تخلیق کو جان چکے ہو تو پھر (دوسری تخلیق کو) کیوں نہیں سمجھتے؟''

(القرآن سورہ واقعہ ۱۲)

## قرآن کی رو سے معلوم ہوا کہ موت کی حقیقت:۔

(۱) خداوند عالم کی طرف لوٹنا ہے۔ (۲) اپنے کئے ہوئے اعمال کے نتائج کو دیکھنا ہے۔

مرگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست = ترک دنیا اختیار کوئے دوست (اقبال)

## کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے:۔

کل شیء یرجع الی اصلہ اس لئے انسان کو بھی اپنی اصل اپنے خالق، مالک کی طرف لوٹنا ہے اور پھر اسے وہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس نے اپنی غرضِ تخلیق یعنی خدا کی غلامی یا اطاعت کے تقاضوں کو پورا کیا یا نہیں۔ کس حد تک خدا کی اطاعت کا حق ادا کیا؟ کیونکہ خدا کی غلامی یا اطاعت کرنا ہی اسکی غرضِ تخلیق ہے۔ اطاعت الٰہیہ کے تقاضوں کو پورا کرنے پر ہی اسکی نجات کا دارومدار ہے۔ قرآن مجید نے اسکو بالکل دو ٹوک الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا وامامن ثقلت موازینہ ○ فھو فی عیشۃ راضیہ ○ جسکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ اپنی من بھاتی زندگی میں ہوگا۔ واما من خفت موازینہ ○ فامہ ھاویہ ○ مگر جسکی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا، اسکا ٹھکانہ جہنم کا گڑھا ہوگا، تو کیا سمجھے کہ وہ کیا ہے؟ وہ آگ ہے دہکتی بھڑکتی۔ (القرآن سورہ تکاثر ۶ سے ۱۱)

انسان کی نجات کا دارومدار اسکے نیک اعمال یعنی خدا کی اطاعت پر ہے۔ جسقدر انسان خدا کی اطاعت یا بندگی کا حق ادا کرتا ہے، اس قدر وہ اس کے قرب کا حقدار بن جاتا ہے اور یہی حقیقی کامیابی ہے۔ ''جو لوگ خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر خدا کی ناراضگی سے بچنے والے ہیں، وہ جنت کے گھنے باغوں اور نہروں میں بیٹھے ہونگے، عزت کے مقام پر نزدیک اس شہنشاہ کے جسکا سب پر قبضہ ہے''۔

(القرآن سورہ قمر ۵۴-۵۵)

# عالم برزخ میں ارواح:۔

احادیث رسولؐ سے ثابت ہے کہ ارواح سنتی سمجھتی، دیکھتی بھالتی ہیں۔ جب غزوہ بدر ختم ہوا جناب رسول خداؐ نے قریش کے سرداروں کی لاشوں سے خطاب فرمایا'' تم نے دیکھ لیا میں جو کہتا تھا وہ سچ تھا''۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کیا یہ لاشیں سن بھی سکتی ہیں؟ فرمایا اسمع منکم تم سے کہیں بہتر طور پر سن سکتی ہیں۔

اس طرح جب حضرت فاطمہؑ بنت اسدؑ کا انتقال ہوا تو جناب رسول خداؐ ان کی قبر میں لیٹ گئے پھر جب فاطمہؑ بنت اسدؑ کو لٹایا تو بہت دیر تک ان کو سمجھاتے رہے کہ دو فرشتے آئیں گے۔ خدا کی طرف سے سوال کریں گے، تم جواب میں کہہ دینا کہ اللہ میرا پالنے والا مالک ہے۔ محمدؐ میرے پیغمبرؐ ہیں۔ میرا بیٹا علیؑ میرا امام ہے۔ پھر فاطمہؑ بنت اسد کے لئے دعائیں کیں۔ پھر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر مٹی صاف کی۔ پھر فرمایا اس خدائے عزوجل کی قسم جسکے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، فاطمہؑ اس وقت میرے ہاتھوں کی آواز تک سن رہی ہیں۔ جب قبر سے باہر نکلے تو فرمایا'' اس خدا کی قسم جسکے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے میں اپنی والدہ فاطمہؑ بنت اسدؑ کی قبر سے اس وقت تک باہر نہ آیا جب تک میں نے دو نورانی چراغ ان کے سرہانے، دو نورانی چراغ ان کے پیروں کے پاس، دو فرشتہ رحمت ان کے سامنے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لئے''۔

(امالی صدوق ص ۲۸۰)

## قبر میں اترتے وقت کی کیفیت:۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''مومن کو جب قبر میں اتارتے ہیں تو چھ (۶) خوبصورت نورانی شکلیں اسکے سامنے ہوتی ہیں۔ ہر شکل دوسری شکل سے زیادہ خوبصورت نورانی اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ ایک نورانی شخصیت میت کے داہنی طرف، دوسری بائیں طرف، تیسری سامنے، چوتھی پیچھے، پانچویں پیروں کے پاس اور چھٹی جو سب سے زیادہ نورانی حسین اور پاکیزہ شخصیت ہوتی ہے سرہانے کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ داہنی طرف والی شخصیت کہتی ہے کہ میں نماز ہوں۔ بائیں طرف والی شخصیت کہتی ہے کہ میں زکوۃ و خیرات ہوں۔ سامنے والی کہتی ہے کہ میں روزہ ہوں۔ پیچھے والی کہتی ہے کہ میں حج وعمرہ ہوں۔ پیروں والی شخصیت کہتی ہے کہ میں وہ نیک کام ہوں جو وہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے چل پھر کر کرتا تھا۔ پھر سب سرہانے کھڑی شخصیت سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ تم ہم سے کہیں زیادہ نورانی و پاکیزہ اور خوبصورت ہو۔ وہ شخصیت کہتی ہے کہ میں ولایت ومحبت محمدؐ وآل محمدؐ ہوں''۔ (بحارالانوار جلد ۶ ص ۲۳۴)

## موت کے وقت کی کیفیت:۔

اسی طرح جب انسان پر موت کا فرشتہ آتا ہے تو سب سے پہلے اسکا مال اسکے سامنے مجسم ہو کر آتا ہے۔ مال کو دیکھ کر مرنے والا پوچھتا ہے کہ آج تو میرے کیا کام آئے گا؟ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے قبر و کفن خرید لیا جائے گا۔ مرنے والا مایوس ہو کر دوسری

طرف دیکھتا ہے تو اسکی اولاد سامنے آتی ہے۔ مرنے والا پوچھتا ہے کہ آج تم میرے کیا کام آؤ گے؟ اولاد کہتی ہے کہ ہم تجھے کاندھوں پر اٹھا کر قبر کے کنارے پہنچا کر قبر کے حوالے کر دیں گے۔ مرنے والا جب مایوس ہو جاتا ہے تو ایک حسین وجمیل وجود کو اپنے قریب آتا دیکھتا ہے جو اسکا بازو تھام کر کہتا ہے کہ پریشان نہ ہو، میں قبر میں، حشر میں، نشر میں، اعمال تلنے میں اور صراط سے گزرتے ہوئے تیرا سہارا ہوں گا۔ تجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دوں گا۔ مرنے والا حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ حسین وجود کہتا ہے کہ میں تیرا غیر نہیں ہوں۔ تیرے ہی نیک اعمال ہوں جنکو تو بڑی ناپسندیدگی سے انجام دیا کرتا تھا۔

## عالم برزخ میں جنت وجہنم :۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ مومنین کی روحیں کہاں رہتی ہیں؟ فرمایا ''مومنین کی روحیں جنت کے محلات میں رہتی ہیں۔ جنت کی غذاؤں اور مشروبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتی ہیں۔ دعائیں کرتی ہیں کہ مالک قیامت کو جلد برپا فرما اور ہم سے کئے ہوئے وعدے جلد پورے فرما۔

اسی طرح کفار کی روحیں آگ سے بھرے حجروں میں بند رہتی ہیں۔ جہنم کی غذائیں کھاتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقاتوں کو جاتی ہیں۔ خدا سے خواہش کرتی ہیں کہ قیامت برپا نہ کرے اور اپنے کیے ہوئے وعدوں کو عملی شکل نہ دے۔

(اصول کافی جلد ۳ ص ۲۴۴، بحارالانوار جلد ۶)

## ارواح کا اپنے گھروں کو آنا:۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''کوئی مومن کافر ایسا نہیں ہے، جو وقتِ ظہر اپنے وارثوں، عزیزوں سے ملنے نہ آتا ہو۔ جب مومن اپنے وارثوں کو اچھے کام کرتے دیکھتا ہے تو خدا کی حمد و شکر بجالاتا ہے۔ مگر جب کافر اپنے وارثوں کو اچھے کام کرتے دیکھتا ہے تو اس پر غم کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ کاش اس نے بھی اچھے کام کیئے ہوتے۔

(اصول کافی جلد۲ ص ۲۳۰)

## قبر والوں کا خوش ہونا:۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے وہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے ماں باپ کی قبروں کے کناروں پر پہلے ان کے لئے دعا کرو پھر اپنی حاجتیں طلب کرو۔

(اصول کافی جلد۲ ص ۲۲۸)

## مرنے کے بعد آدمی کی شکل وصورت:۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا'' خدا جب مومنین کی روحیں قبض کرتا ہے تو انکو انکے جسم کی صورت کا دوسرا جسم (قالب) عطا فرماتا ہے، جس کے ذریعہ وہ برزخ کی زندگی گزارتے ہیں۔ قیامت تک ملنے والی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ برزخ کی غذائیں کھاتے ہیں۔ انکا جسم دنیا والے

جسم سے اس قدر مشابہ ہوتا ہے کہ عالم برزخ کی ارواح اسکو مکمل طور پر پہچان لیتی ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ (بحارالانوار جلد ۶ ص ۲۲۹)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ مرنے کے بعد ۶ کاموں کا ثواب بڑھتا ہی رہتا ہے۔(۱) نیک اولاد جو ماں باپ کے لئے طلب مغفرت کرے۔

(۲) قرآن جسے مرنے والے نے چھوڑا ہو جب تک وہ پڑھا جاتا رہے گا اسکو ثواب ملتا رہے گا۔(۳) کنواں (Public Welfare) سے جب تک لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا، ثواب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

(۴) درخت (۵) پانی کا چشمہ۔

(۶) نیک عادات یا کام جو مرنے کے بعد لوگ اسکی وجہ سے انجام دیں۔

(خصال ص ۳۲۳، امالی ص ۱۰۲)

## موت کے وقت کی کیفیت:۔

حضرت تمیم داری کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جب خداوند عالم ملک الموت سے فرماتا ہے کہ فلاں کے پاس جاؤ اور اسکی روح میرے پاس لے آؤ، میں نے خوشی اور غم دونوں میں اسکا امتحان لے لیا۔ وہ ایسا ہی نکلا جیسا میں چاہتا تھا۔ اب اسکو لے آؤ تاکہ دنیا کی مشقتوں سے چھٹے۔ ملک الموت 500 فرشتے اور جنت کا کفن لے کر تشریف لاتے ہیں۔ ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ریحان کے پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں جسمیں رنگ برنگ کے پھول ہوتے ہیں، ہر پھول میں نئی سے نئی تازہ بتازہ خوشبو ہوتی ہے۔ ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے۔ ملک الموت

سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے مرنے والے کے چاروں طرف کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مشک سے معطر رومال اسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اسکے سامنے کھول دیتے ہیں۔ اسکا دل جنت کی نئی نئی چیزوں سے اس طرح بہلایا جاتا ہے جس طرح بچے کو رونے کے وقت گھر والے بہلاتے ہیں۔ کبھی حوریں سامنے کر دی جاتی ہیں۔ کبھی جنت کے پھل، لباس اور محلات دکھائے جاتے ہیں، حوریں خوشی سے کودنے لگتی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر روح جسم میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسے پرندہ پنجرے سے نکلنے کے لئے تڑپتا ہے) اس وقت ملک الموت مومن سے کہتا ہے "اے مبارک روح! ایسی بیریوں کی طرف چل جسمیں کانٹا نہیں ہے، ایسے کیلوں کی طرف چل جو تہ بہ تہ گچھوں کی شکل میں لگے ہوئے ہیں، ایسے ٹھنڈے سایوں کی طرف چل جو قیامت تک گہرے اور وسیع رہیں گے جن میں پانی بہہ رہا ہے"۔ پھر ملک الموت اس سے ایسی نرمی سے باتیں کرتے ہیں جیسے ماں اپنے بچے سے باتیں کرتی ہے۔ کیونکہ ملک الموت کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ مومن خدا کا مقرب اور پسندیدہ غلام ہے۔ پھر روح ایسی سہولت سے جسم سے نکلتی ہے جیسے آٹے میں سے بال نکل آتا ہے۔ سارے فرشتے اسکو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخلے کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔

جب لاش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اسکی نماز دائیں طرف، روزے بائیں طرف آ کھڑے ہوتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت اور اسکا ذکر و فکر و مطالعہ معرفت سرہانے اور اسکی نماز جماعت کی طرف جانا پیروں کے پاس آ کھڑے ہوتے ہیں۔ البتہ مصیبتوں پر صبر کرنا ایک الگ کونے میں کھڑا رہتا ہے۔ جب عذاب قبر گردن نکالتا ہے تو

نماز، روزے اس سے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ شخص دنیا میں خدا کی اطاعت میں مشقت اٹھاتا تھا۔ اب زرا راحت سے سویا ہے۔ عذاب دوسرے طرف سے آنا چاہتا ہے تو تلاوت، ذکر وفکر اسکو روک دیتے ہیں۔ عذاب کو کسی طرف سے راستہ نہیں ملتا۔ کیونکہ اسکو ہر طرف سے اسکی عبادتوں نے گھیر لیا ہوتا ہے۔ عذاب مایوس ہو کر لوٹ جاتا ہے۔ صبر تمام عبادتوں سے کہتا رہتا ہے کہ تم عذاب کو روکے رکھو اگر نہ روک سکو تو مجھے بتا دینا پھر میں اکیلا عذاب کو نکال دوں گا۔ ورنہ پھر اعمال کے تلتے وقت اسکے کام آؤں گا۔

پھر دو فرشتے مردے کے پاس آتے ہیں جنکی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں۔ آواز بادلوں کی طرح گرجتی ہے۔ دانت گائے کے سینگوں کی طرح نوکیلے ہوتے ہیں۔ سانس کے ساتھ آگ کی لپیٹیں نکلتی ہیں۔ دانت پاؤں تک لٹکے ہوئے بہت چوڑے ہوتے ہیں۔ مگر مومن سے نرمی برتتے ہیں ان کے ہاتھوں میں اتنا بھاری ہتھوڑا ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے انسان اور جن ملکر بھی اسے نہیں اٹھا سکتے۔ آکر مردے سے کہتے ہیں کہ بیٹھ جا، کفن کمر تک اتر جاتا ہے۔ پوچھتے ہیں تیرا پالنے والا مالک کون ہے؟ تیرا مذہب کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا امام کون ہے؟ صحیح جواب دیتا ہے تو دونوں کہتے ہیں کہ تو نے صحیح کہا۔ پھر قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں۔ قبر بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اوپر سر اٹھا کر دیکھ، مردے کو ایک دروازہ نظر آتا ہے جس میں سے جنت کے گھنے باغات دکھائی دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اے خدا کے دوست! وہ ہے تیرے ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ کیونکہ تو نے خدا کی اطاعت کی تھی۔

جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جسکے قبضے میں محمدؐ کی

جان ہے، اس وقت مردے کو ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی (جسکا سرور و لطف کبھی ختم نہ ہوگا)۔

پھر فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پیروں کی طرف دیکھ۔ تو جہنم کا دروازہ کھل جاتا ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ اے خدا کے ولی (دوست) تو نے اس دروازہ جہنم سے نجات پالی۔ اس وقت مردہ کو اتنی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔

پھر قبر میں 77 دروازے جنت کی طرف کھل جاتے ہیں۔ جن میں وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبو آتی رہتی ہے۔ قیامت تک یہی حالت رہتی ہے۔

مگر جب خداوند عالم اپنے کسی دشمن کے پاس ملک الموت کو بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اسکو نعمتوں سے نوازا مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہ آیا۔ آج میں اسکو سزا دوں گا۔ ملک الموت انتہائی تکلیف دینے والی خوفناک صورت میں اسکے پاس آتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے جو جہنم کی آگ کا بنا ہوتا ہے اور جہنم کی آگ کے کوڑے ہوتے ہیں۔ ملک الموت آتے ہی گرز مارتے ہیں جسکے کانٹے اسکی ہر ہر رگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت اس گرز کو کھینچتے ہیں۔ اور فرشتے اسپر کوڑے برساتے ہیں۔ مرنے والا غش پر غش کھانے لگتا ہے۔ اسکی روح کو نکال کر پاؤں کی ایڑیوں میں روک دیتے ہیں، پھر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں، پٹائی کرتے ہیں۔ پھر پیٹ میں روک دیتے ہیں، پھر تانبہ اور جہنم کی آگ کو اسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ پھر ملک الموت کہتے ہیں کہ "اے ملعون روح! ایسی جہنم کی طرف چل، آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں، سیاہ دھویں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا ہے۔

رست بخش ہے"۔ اس وقت روح جسم سے نکلتی ہے اور جسم سے کہتی ہے کہ خدا تجھے تیرا بدلہ دے تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لے جاتا تھا اور خدا کی اطاعت میں سستی کرتا تھا۔ تو خود بھی ہلاک ہوا، مجھے بھی برباد کیا۔ یہی بات بدن روح سے کہتا ہے۔ شیطانوں کے لشکر دوڑے دوڑے اپنے سردار کے پاس جاتے ہیں اور مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ فلاں کو جہنم میں پہنچا دیا گیا۔ جب اسکو قبر میں رکھا جاتا ہے تو زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ سانپ اسکی ناک اور پاؤں کے انگوٹھوں کو کاٹنے لگتے ہیں۔ منکر نکیر آ کر پوچھتے ہیں تو جواب میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ لوہے کا ایک گرز اس زور سے مارتے ہیں کہ گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اوپر دیکھ۔ وہ جنت کا دروازہ کھلا دیکھتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے خدا کے دشمن اگر تو خدا کی اطاعت کرتا تو یہ جنت تیرا ٹھکانا ہوتی۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے اسکو اس وقت اتنا شدید افسوس اور حسرت ہوتی ہے کہ ایسی حسرت اور افسوس اسے کبھی نہ ہوگا۔ پھر قبر کے اندر دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے دشمن خدا! اب یہی تیرا ٹھکانہ ہے۔ جہنم کے دروازے سے دوزخ کی تپش اور سخت گرم لو ہر وقت آتی رہتی ہے۔ اسکی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ پھر ایک عذاب دینے والا اسپر معین کر دیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ اسکے پاس اتنا بڑا لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ پہاڑ پر مار دے تو پہاڑ مٹی ہو جائے۔ جب وہ مردے کو مارتا ہے تو اسکی آواز انسان اور جنوں کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے۔ ایک دفعہ ہی مارنے سے وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر روح لوٹا دی جاتی ہے۔

(احمد ابو داؤد)

بخاری اور مسلم میں ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''اس مردے کو مارے جانے سے مردہ اس زور سے چیختا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے سوا سب اسکی چیخ وپکار کو سنتے ہیں''۔ (بخاری، مسلم، بحار الانوار)

انسانوں اور جنوں کو یہ آوازیں اس لئے نہیں سنائی دے رہی ہیں کہ ان کی عقل کا امتحان ابھی لیا جا رہا ہے کہ وہ عقل سے کام لے کر غیب پر ایمان لائیں۔ اگر وہ یہ آوازیں سننے لگیں تو فوراً ایمان لے آئیں گے مگر وہ ایمان بالغیب نہ ہوگا۔ وہ عقل کا امتحان نہ ہوگا۔ پھر امتحان نہ ہو سکے گا۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ ''جب خدا کے نافرمان کی میت اٹھا کر لے جاتے ہیں تو مردہ پکارتا ہے، ہائے میری بربادی، مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟ انسان اگر اسکی آوازیں سن لے تو بے ہوش ہو جائے''۔ (بخاری)

جناب رسول خداؐ کو یہ تمام چیزیں اس لئے دکھائی گئیں کہ آپ کا ظرف تھا آپؐ برداشت کر سکتے تھے اور آپؐ بغیر دیکھے ان پر پورا پورا یقین پہلے ہی سے رکھتے تھے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا ہی چھوڑ دو گے تو خدا سے ضرور دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر کی آواز سنا دے، جو میں سن رہا ہوں''۔ (الحدیث مروی از ترمذی)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں دیکھا کہ ایک مردے کا سر پتھر سے کچلا

جارہا ہے۔ جبریل نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا سمجھا مگر سب کچھ بھلا کر فرض نماز تک ترک کردی اور سوتا رہا۔

ایک شخص کا جبڑا چیرا جارہا تھا یہ جھوٹ بولنے والا شخص تھا۔ کچھ مرد عورت ننگے جل رہے تھے وہ زنا کار لوگ تھے۔ ایک شخص نہر میں تیرتا اور اسکو پتھر کے لقمے کھلائے جاتے یہ شخص سود خور تھا۔ جو شخص آگ سلگا رہا تھا وہ جہنم کا داروغہ تھا۔

جنت میں لمبے سے بزرگ دکھائی دیئے جنکے گرد بچے تھے جو بچے مرگئے تھے، وہ حضرت ابراہیمؑ تھے۔ کچھ لوگ دیکھے جنکا آدھا جسم خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت تھا یہ وہ لوگ تھے جو اچھے کام بھی کرتے تھے اور برے کام بھی کرتے تھے۔ مگر پھر خدا کی رحمت نے انکو اپنے دامن میں لے لیا اور ان کا داغ صاف ہوگیا۔ (بخاری، بیہقی)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے دیکھا کہ کچھ ننگے مرد عورت تھے وہ زانی تھے۔ ایک گروہ کو دیکھا جنکے موٹے موٹے پیٹ تھے اور آگ ان کے منہ اور پیچھے سے نکلتی تھی وہ قوم لوط کا عمل کرنے والے تھے۔ جو نہر دودھ کی سی سفید تھی وہ کوثر کی نہر تھی۔ (ابن عساکر)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ”معراج کے موقع پر میں ایک ایسے گروہ کے پاس سے گزرا جنکے پیٹ گھڑے کے برابر تھے، اٹھنا چاہتے تھے تو گر پڑتے تھے۔ یہ حرام خور لوگ تھے۔ پھر ایسے گروہ کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں جیسے تھے اور انکو پتھر کھلائے جارہے تھے، یہ یتیموں کا مال کھا جانے والے تھے۔ کچھ لوگوں کی پسلیوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر انکو کھلایا جارہا تھا، یہ

وہ لوگ تھے جو غیبت کر کر کے اپنے ہی سگے بھائی کا گوشت کھایا کرتے تھے، لوگوں کے عیب نکالا کرتے تھے۔ انکے ساتھ یہی عمل قیامت تک ہوتا رہے گا۔ (بیہقی۔ دلائل النبوۃ)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کچھ لوگ میں نے دیکھے کہ جنکی زبانیں ہونٹ کاٹے جارہے تھے مگر فوراً ہی سالم ہوجاتے۔ پھر دوبارہ کاٹ دیئے جاتے، یہ وہ لوگ تھے جو فتنہ وفساد برپا کرنے والے خطیب (ملا یا لیڈر) تھے۔

فرمایا کچھ لوگ دیکھے جنکے کانوں آنکھوں میں میخیں ٹھوکی جارہی تھیں، یہ وہ لوگ تھے جو حرام چیزوں کو دیکھتے تھے۔ پھر تین آدمی دیکھے جو شراب طہور پی رہے تھے اور خوشی کے نغمے گارہے تھے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ زید بن حارثؓ، جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ تھے۔ (ابن خزیمہ۔ ابن حبان)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا اسکے پاس موت کا فرشتہ آیا تو اسکی والدین کے ساتھ نیکی آگے بڑھی اور اسکو ملک الموت سے چھڑا لیا۔ میری امت کے ایک شخص کے پاس قبر کا عذاب آیا ہی تھا کہ اسکا وضو آیا اور عذاب کو ہٹا دیا۔ ایک کو دیکھا کہ اسکا ذکرِ الٰہی کرنا آگے بڑھا اور اس نے شیاطین کو بھگا دیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے ہوئے ہے کہ اسکا روزہ آیا اور اس نے اس کو سیراب کردیا۔ اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جب وہ انبیاء کرامؑ کے حلقے میں جانا چاہتا ہے تو وہ اسکو باہر نکال دیتے ہیں اسکا غسل جنابت آیا اور اسکو پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا گیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اسکے دائیں بائیں اوپر نیچے اندھیرا ہی اندھیرا ہے اسکا حج وعمرہ آیا اور اسکو تمام اندھیروں سے بچالیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ

جس سے بات کرتا ہے سب بے رخی برتتے ہیں کہ اسکا صلہ رحمی آیا اور لوگوں سے کہا اس سے بے رخی نہ برتو۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اسپر آگ کے شعلے لپک رہے تھے اور وہ اپنے چہرے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسکا صدقہ آیا جس نے اسکو آگ سے بچالیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے نے اسکے ہر ہر عضو کو دبوچ رکھا تھا کہ اسکا دین کی تبلیغ کرنے کا عمل آیا اور اسکو ملائکہ رحمت سے ملا دیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اسکا نامہ عمل میں اسکی نیکیاں ہلکی تھیں کہ اسکا خوف خدا آیا اور نیکیوں کے پلے کو جھکا دیا۔ دوسرے کو دیکھا کہ اسکے وہ بچے آئے جو بچپن ہی میں مر گئے تھے انہوں نے اسکا نیکیوں کا پلہ جھکا دیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے کھڑا ہے کہ اسکا اللہ سے ڈرنا آیا اور اسکو جہنم سے دور لے گیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ جہنم میں گرا پڑا ہے کہ اسکا وہ آنسو آیا جو اس نے خدا کے ڈر سے بہایا تھا، اس نے اسکو آگ سے نکالا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط پر کھڑا تھر تھر کانپ رہا ہے کہ اسکا اللہ سے اچھا گمان رکھنا آیا اور اسکو پل صراط سے گزاردیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط پر گھٹنوں سے چلتا ہے کہ اسکا مجھ پر درود بھیجنا آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، پھر وہ تیزی سے پل صراط پر سے گزر گیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ جیسے ہی جنت کے دروازے پہ پہنچا دروازے بند کر دیے گئے کہ اچانک اسکا کلمہ شہادت آیا اور اس نے دروازے کھول دیے اور اسکو جنت میں داخل کر دیا۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اپنی زبانوں کے سہارے لٹکے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ مسلمانوں پر جھوٹی تہمتیں لگایا کرتے تھے۔ (طبرانی ۔ نوادر الاصول)

## موت کے وقت کی کیفیت دورِ جدید کی تحقیقات میں:۔

امریکہ کے حیات بعد الموت کے ادارے کے سربراہ ڈاکٹر مودی نے سینکڑوں ایسے لوگوں کے انٹرویوز لئے جنکو ڈاکٹروں نے مردہ قرار دیدیا تھا مگر بعد میں علاج کی وجہ سے وہ زندہ ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے یہ بتایا کہ

(۱) جیسے ہی روح کا تعلق جسم سے الگ ہوا، اچانک روح کی قوت غیر معمولی بڑھ گئی۔ دور دور تک ہر چیز نظر آنے لگی۔

(۲) مرتے ہی روح نے اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کی انکی شکلیں ویسی ہی تھیں جیسی دنیا میں تھیں۔

(۳) جب جسم کو دفنانے کے لئے لے جایا گیا تو روح ۳ فٹ کی بلندی پر ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

(۴) ہر مرنے والے نے اپنے قریب ایک خاص روشنی کو دیکھا اور قبر میں بھی ایک خاص نور کو دیکھا۔

(۵) مرنے کے وقت ہر شخص کو یہ محسوس ہوا جیسے وہ کسی اندھیری سرنگ میں سے گزر رہا ہے پھر اچانک خود کو اپنے جسم سے باہر پایا۔

(۶) جب مجھے دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو میں انکو دیکھ رہا تھا اور انکی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اچانک میں نے خود کو جسم کے باہر پایا۔ پھر میں نے ایک روشنی دیکھی جسکے ساتھ ساتھ میں رہنا چاہتا تھا مگر پھر زبردستی مجھے اپنے جسم میں داخل ہونا پڑا۔

(۷) ایک شخص جسکی گاڑی ٹکرائی تو اسکا جسم خون میں نہا گیا فوراً مجھے محسوس ہوا کہ میں

اپنے زخمی جسم سے آزاد ہوگیا ہوں۔ میں نے دیکھا لوگ گاڑی کاٹ کر میرے جسم کو نکال رہے ہیں۔ پھر ڈاکٹر میرے جسم کا علاج کر رہے ہیں۔ میں آلات کی آواز تک سن رہا تھا۔ انکی باتیں بھی سن رہا تھا۔ مگر بول نہیں سکتا تھا۔ پھر مجھے تکلیف اور ناپسندیدگی سے اپنے جسم میں داخل ہونا پڑا۔

(۸) جب میں مرگیا تو میں نے اپنی فکر کو بالکل بدلا ہوا پایا۔ دنیا کے فاصلے ختم ہوگئے۔ ایک کشتی نما جہاز میں بیٹھ کر فضا میں اڑا، میرے مردہ عزیز میرے پاس آگئے، میری مرحومہ بیٹی میری گود میں بیٹھ گئی۔ میرے قریب ڈاکٹروں میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ مرگیا، کوئی کہہ رہا تھا کہ ابھی زندہ ہے۔ پھر مجھے دوبارہ جسم میں ڈال دیا گیا۔

(۹) جب بیماری کا سخت غلبہ ہوا تو ایک روشنی دیکھی۔ پھر لگا کہ ایک اندھیری سرنگ سے گزر رہا ہوں۔ کانوں میں آوازیں آرہی تھیں۔ اچانک خود کو اپنے جسم سے باہر پایا۔ دل و دماغ کی حرکت ختم ہوچکی تھی۔

## قرآن وحدیث کی روشنی میں موت کے وقت کی کیفیت:۔

قرآن میں ہے کہ "مرتے وقت ان پر ملائکہ اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو جنت کی خوشخبری ہے جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا"۔ نیز فرمایا "جب پاک ملائکہ ان کو پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔ جنت کے گھنے باغوں میں داخل ہوجاؤ۔ (القرآن)

## بے عمل آدمی مرتے وقت کہتا ہے:۔

''مالک مجھے لوٹا دے اسی جگہ جسے میں نے ابھی ابھی چھوڑا ہے، تا کہ میں اچھے اچھے کام کرلوں''۔ (القرآن سورہ مومنون)

احادیث رسولؐ میں آتا ہے کہ فرمایا ''تمام بیماریاں موت کے آنے کی خبر دینے کے لئے آتی ہیں۔ جب ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے اے غافل! تیرے پاس ایک قاصد کے بعد دوسرا قاصد آیا۔ ایک خبر دینے والے کے بعد دوسرا خبر دینے والا آیا۔ مگر میں وہ قاصد ہوں جسکے بعد کوئی خبردار کرنے والا نہیں آئے گا، لہذا اب خدا کے حکم کو قبول کرلے اور دنیا کو خوشی خوشی یا رنج کے ساتھ چھوڑ دے''۔

## قرآن مجید میں موت کے وقت کی کیفیت:۔

خداوند عالم نے موت کے وقت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فرمایا ''جب روح گلے تک پہنچ جاتی ہے اور تم مرنے والے کو دیکھتے اور تکتے ہوتے ہو۔ (اسوقت) ہم اس سے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم ہمیں نہیں دیکھ سکتے اب اگر وہ ہمارے مقربین (یعنی پسندیدہ لوگوں) میں سے ہوتا ہے تو اسکے لئے خوشیاں ہی خوشیاں، راحتیں ہی راحتیں، پھول ہی پھول ہوتے ہیں اور نعمتوں بھری جنت کے گھنے باغ ہوتے ہیں''۔

پھر اگر وہ داہنی طرف والا مبارک انسان ہوتا ہے (یعنی جسکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوتا ہے) تو اسکو داہنی طرف والے کامیاب اور مبارک لوگ سلام کرتے ہیں (یعنی) اسکو سلامتی اور کامیابی کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔

لیکن اگر وہ خدا اور رسولؐ کو جھٹلانے والا گمراہ ہے تو اس کی مہمانی کھولتے

ہوئے پانی اور جہنم واصل ہونے سے کی جائے گی۔ یقیناً یہ بات حقیقی سچی اور یقینی ہے۔

(القرآن سورہ واقعہ)

## جناب رسول اکرمؐ ختمی مرتبت کا آخری وقت:۔

روایت کیا طبرانی نے امام حسین ابن علیؑ سے کہ جب جناب رسول خداؐ کی وفات کا وقت آیا تو جبرئیلؑ حالت پوچھنے کے لئے نازل ہوئے اور حال پوچھا۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ مرض کی تکلیف زیادہ ہے۔ اس وقت ملک الموت نے دروازے پر آ کر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ اے محمدؐ یہ ملک الموت ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپؐ سے پہلے انہوں نے کسی سے اندر آنے کی اجازت طلب نہیں کی ہے۔ نہ آپؐ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اندر آنے کی اجازت دیدو۔ جبرئیلؑ نے اجازت دی۔ ملک الموت سامنے آ کر کھڑے ہوئے عرض کی اللہ نے مجھے آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپؐ کے حکم پر عمل کروں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو آپؐ کی روح قبض کروں، اگر آپؐ اجازت نہ دیں گے تو روح قبض نہ کروں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا، اے ملک الموت تم کیا ایسا کر سکو گے۔ ملک الموت نے عرض کی ''ہاں یا رسول اللہ! مجھے ایسا ہی حکم دیا گیا ہے''۔ پھر جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپؐ کی ملاقات کا مشتاق ہے، یہ سنکر جناب رسول خداؐ نے ملک الموت سے کہا کہ ''اللہ کے حکم کی تعمیل کرو''۔ اور ملک الموت نے روح قبض کی۔ (طبرانی)

## احادیث کی رو سے مرتے وقت کی کیفیت:۔

ایک انصاری پر موت کا وقت آیا تو جناب رسول خداؐ اسکے سرہانے تشریف لائے، عازب کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے زمین کرید رہے تھے۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور تین بار فرمایا "اللہ سے پناہ مانگو کہ وہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے"۔ پھر فرمایا "جب مومن دنیا سے گزرتا ہے تو آسمان سے فرشتے اسکے پاس آتے ہیں، ان کے چہرے آفتاب کی طرح سفید نورانی اور روشن ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ جنت کے کفن اور خوشبو لاتے ہیں۔ جہاں تک نظر جا سکتی ہے وہاں تک آ کر چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر مومن سے کہتے ہیں کہ "اے پاک نفس! بدن سے باہر آ اور اپنے پالنے والے مالک کی طرف چل۔ پس روح ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک (یا برف) سے پانی کا قطرہ (از خود) نکلتا ہے۔ پھر ملک الموت روح کو لے لیتے ہیں اور فرشتے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ جنت کا کفن پہناتے ہیں۔ جنت کی خوشبو لگاتے ہیں۔ اسکو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ جب روح کی فرشتوں کی جماعت سے ملاقات ہوتی ہے، تو وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی مبارک روح ہے؟ فرشتے بتاتے ہیں یہ فلاں ہے۔ پھر آسمانوں کے دروازے کھلواتے ہیں۔ سب فرشتے اسکے ساتھ جاتے ہیں۔ پھر دوسرے تیسرے چوتھے آسمان کے دروازے کھلواتے چلے جاتے ہیں۔ جب سات آسمان طے کر لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا نامہ اعمال علیین (بلند درجہ لوگوں) میں لکھو اور اسکو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ اسکو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے اس میں ملا کر دوبارہ اسکو اٹھاؤں گا۔ پس روح مثالی جسم میں ڈال

دی جاتی ہے اور قبر میں پہنچا دی جاتی ہے۔ جہاں دو فرشتے اسکے پاس آتے ہیں۔ اسکو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا پالنے والا مالک اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وکہتا ہے اسلام۔ پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ تو نے انکو کیسے پہچانا؟ وہ کہتا ہے کہ قرآن پڑھا اور ان پر ایمان لایا۔ ان کی سچائی کو سمجھا اور مانا۔ تب آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے "سچ کہا میرے بندے نے۔ اسکے واسطے جنت کا فرش بچھاؤ۔ جنت کا لباس پہناؤ۔ جنت کی طرف دروازہ کھولدو تا کہ جنت کی ہوا اور خوشبو اسکی طرف آتی رہے۔ پھر قبر کو حدِ نگاہ تک کشادہ کردیا جاتا ہے۔ پھر ایک شخص اسکے پاس آتا ہے جسکا چہرہ نورانی اور لباس خوشبو والا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھکو مبارک ہو، یہ آرام اور اس دن کا وعدہ جو دنیا میں تجھ سے کیا گیا تھا۔ مرنے والا پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے نیکی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرا ہی نیک عمل ہوں جو تو نے دنیا میں اللہ کے لئے کیا تھا۔ مردہ کہتا ہے اے اللہ جلد قیامت قائم کرتا کہ میں اپنے گھر والوں سے ملاقات کرسکوں۔ اور اپنی خیریت بتا سکوں۔

(نور الصدور فی شرح القبور سیوطی)

لیکن جب کافر (فاسق ظالم فاجر) دنیا سے گزرتا ہے تو آسمان سے فرشتے اسکے پاس آتے ہیں سیاہ چہرے والے، ایک کمبل لئے ہوئے۔ جہاں تک اسکی نگاہ جاتی ہے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! بدن سے باہر نکل اللہ کے غضب اور غصہ کی طرف چل۔ اسکی روح بدن کے اندر گھستی

ہے مگر ملک الموت روح کو سختی سے باہر کھینچ لیتے ہیں جیسے لوہے کی کانٹے دار سیخ کو ریشم میں ڈال کر کھینچا جاتا ہے۔ جیسے ہی روح نکلتی ہے اسکو فوراً کمبل میں لپیٹ لیتے ہیں جس سے سڑے ہوئے مردار سے بھی زیادہ سخت بدبو نکلتی ہے۔ پھر اسکو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ جب پہلے آسمان کے دروازے پر پہنچ کر دروازہ کھلواتے ہیں تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر جناب رسول خداؐ نے یہ آیت پڑھی **لا تفتح لهم الابواب اسماء** ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پھ اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اسکا نامہ اعمال سجین (قید خانے) میں لکھو جو زمین کے سب سے نیچے ہے۔ پھر اسکی روح سجین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے "جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور چڑیوں نے اسکو نوچنا شروع کر دیا۔ پھر ہوا نے اسکو ایک گہری خندق میں ڈالدیا"۔ (القرآن)

پھر اسکی روح اسکے جسم مثالی میں ڈال دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا۔ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں کہ وہ کون شخص ہے جو رسولؐ بنا کر تمہارے پاس بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ اس وقت آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے "میرا بندہ جھوٹا ہے۔ اسکے واسطے آگ کا فرش بچھاؤ۔ آگ کا لباس پہناؤ۔ دوزخ کا دروازہ کھولدو۔ فوراً دوزخ کی گرمی بڑی تیزی سے پہنچ جاتی ہے اور قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ اسکی پسلیاں چورہ چورہ ہو جاتی ہیں۔ ایک بدصورت شکل کا آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ عذاب تجھکو مبارک

ہو۔ اس دن کا وعدہ تجھ سے دنیا میں کیا گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا ہی برا عمل ہوں، جو تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے اے رب قیامت نہ آئے (تا کہ سخت عذاب سے بچا رہوں) (نورالصدور فی شرح القبور)

## انسان کی تکمیل کا طریقہ اور کامیابی کا راز خدا کا مقرب ہونا ہے:۔

جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ''اگر وہ شخص مقربین میں سے ہوگا تو اسکے لئے خوشیاں ہی خوشیاں، پھول ہی پھول اور نعمتوں بھرے جنت کے باغات ہوں گے''۔

(القرآن سورہ واقعہ)

معلوم ہوا کہ کامیاب روحیں وہ ہیں جو خدا کا قرب حاصل کریں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہم (۱) خدا کی صفات و کمالات کو پہچانیں۔ (۲) اسکی نعمتوں اور بڑائی کو مانیں۔ (۳) اور پھر اسکی عملاً اطاعت کریں۔ جس قدر ہم کائنات اور فطرت جو خدا کی تخلیق ہے اسکے راز اور حقائق کا علم حاصل کرتے جائیں گے ہم علم مطلق یعنی خدا کی صفت علم کے قریب تر آتے جائیں گے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے دل و دماغ پر خدا کی عظمت قدرت اور کبریائی کا نقش جمتا جائے گا۔ اسی قدر ہمارے دل و دماغ میں خدا سے تعلق پیدا کرنے کا اور اسکی اطاعت کا ذوق شوق بیدار ہوتا چلا جائیگا۔ اسکی اطاعت اور اسکے مقرر کیے ہوئے فرائض ادا کرنے سے ہم اسکی رضامندی سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ جب اسکی ناراضگی سے بچنے کے لئے ہم برائیوں سے بچتے ہیں تو ہر قدم پر اسکی رضامندی کے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہم جس قدر عدالت کی صفت اپنے اندر پیدا کرتے جاتے ہیں، اسی قدر ہم خدا اور

مخلوق کے حقوق عملاً ادا کرتے ہیں، اسی قدر خداوند عالم کی صفتِ عدل سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ہم جس قدر لوگوں پر رحم کرتے ہیں اسی قدر خداوند عالم کی صفت رحمانیت، رحیمیت اور اسکے فضل وکرم سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ (اقبال)

ہم جسقدر اپنے اندر حیا صبر اور دوسروں کے اسرار کو چھپانے کی صفت پیدا کرتے چلے جاتے ہیں اسی قدر ہم خدا کی ان صفات کا قرب حاصل کرتے جاتے ہیں۔ ہم اسطرح خداوند عالم کی صفات کی جھلک اپنے اندر پیدا کرکے ہم رنگِ خدا بنتے چلے جاتے ہیں۔

اسی لئے جناب رسول خداؐ نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ اپنے اندر اللہ کا اخلاق (صفات) پیدا کرو۔ جس قدر ہم اخلاق الٰہی یا صفات الٰہی اپنے اندر پیدا کریں گے اسی قدر خدا کے قرب کو حاصل کریں گے۔ اور جس قدر ہم اخلاق رسولؐ کو عملاً اپنے اندر پیدا کریں گے اسی قدر ہم رسول اکرمؐ سے قریب ہوں گے۔ قرآن میں حضرت ابراھیمؑ نے فرمایا من اتبعنی فھو منی جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو یتیموں کی کفالت کرے گا وہ اس قدر میرے قریب ہوگا جسقدر یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

اسی طرح ہم جس قدر خداوند عالم کی نعمتوں پر اسکا شکر ادا کرتے ہیں اور اسکی نعمتوں کو جسقدر اسکی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں اسی قدر ہم اسکی رضامندی

حاصل کرتے ہیں اور اسکی رضامندی سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس قدر رسول اکرمؐ کی پیروی کرتے ہیں اسی قدر ہم اسکی رضامندی کے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ خود خداوند عالم نے فرمایا ''اے رسولؐ کہہ دو اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، خود خدا تم سے محبت کرے گا''۔ (القرآن)

خداوند عالم کا محبت فرمانے سے زیادہ اسکے قرب کا کیا تصور ہو سکتا ہے۔ اس لئے خداوند عالم کا قرب حاصل کرنے کا اصل ذریعہ جناب رسول خداؐ کی عملاً پیروی کرنا ہے۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

## روح کی معراج:۔

غرض روح کی معراج خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ خود خداوند عالم نے فرمایا ''جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہے، ایسے تمام لوگ (ہمیشہ) ان کے ساتھ رہیں گے جو صاحبانِ نعمت ہیں۔ وہ نبیین ہیں، صدیقین ہیں، شہداء اور صالحین ہیں۔ اور وہ کیسے اچھے ساتھی ہیں''۔ (القرآن سورہ نساء ۶۹)

## اب قرآنی تصور موت واضح ہو گیا:۔

موت کے معنی اللہ سے ملاقات اور خدا رسول کی اطاعت کرنے والے نبیینؑ، صدیقین شہداء اور صالحین کا ساتھی بن جانا ہے۔

دوسری آیت وہ ہے جو ملک الموت ہر مومن کے پاس آ کر پڑھتے ہیں اور جس سے مومن کی روح نکل آتی ہے، وہ آیت یہ ہے کہ "اے نفس مطمئن اپنے پالنے والے مالک کی طرف لوٹ، اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہے، وہ تجھ سے راضی ہے۔ میرے غلاموں میں داخل ہو جا، میری جنت کے گھنے باغوں میں داخل ہو جا"۔ (القرآن)

یہ اس شخص کی موت کا نقشہ ہے جو نفس مطمئن رکھتا ہے یعنی اسکا دل و دماغ پورا وجود خدا کے مالک ہونے اور خدا کی اطاعت کرنے پر مطمئن ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خدا کی اطاعت بڑے اطمینانِ قلب، ذوق و شوق اور دل جمعی سے کرتا ہے۔ جسے اطمینان ہوتا ہے کہ میرا مالک مجھ پر ضرور رحم فرمائیگا۔ میری کوتاہیوں کو ضرور معاف کر دے گا۔ میری ناقص اطاعتوں کو ضرور قبول فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بڑا مہربان اور قدر دان ہے۔ پھر اسی اطمینان کے عالم میں وہ خدا کی عملاً اطاعت کیا کرتا تھا۔ ایسی روح اسی اطمینان کے عالم میں اپنے مالک کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اس حالت میں کہ وہ خدا سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی اور اس سے ملاقات سے خوش ہوتا ہے ۔ جب اسکی روح عرش الٰہی پر پہنچ کر سجدہ کرتی ہے تو خدا ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ اسکو میری جنت کے باغوں میں لے جاؤ، جہاں جا کر وہ نبیینؑ، صدیقین شہداء اور صالحین یعنی کاملین کا ساتھی بن جاتا ہے۔ یہی ہے انسان کی ارتقاء کی معراج۔ یہی ہے وہ کامیابی جس کے لئے کوشش کرنے والوں کو کمر توڑ کوششیں کرنی چاہیئں۔ اسطرح کہ فرائض کو ادا کریں اور تمام حرام کاموں سے بچتے رہیں۔ خدا کی عطاؤں پر شکر کرتے رہیں اور خدا

کے دوستوں (اولیاء) سے محبت ،وراطاعت کا تعلق جوڑے رہیں۔

## روح کا آسمانوں میں جانا:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب روحِ مومن ملائکہ کے قریب سے آسمانوں میں گزرتی ہے تو ملائکہ کہتے ہیں کہ اس سے کتنی اچھی خوشبو آرہی ہے (وہ خوشبو اسکے نیک اعمال کی ہوتی ہے) جب ملک الموت مومن کی روح کو لے کر ساتویں آسمان کے اوپر پہنچتے ہیں جہاں مومنین کی روحیں رہتی ہیں تو مومنوں کی روحیں اسکو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتی ہیں جیسے کسی کا کھویا ہوا آدمی اسے مل جائے۔ اس سے پوچھتی ہیں فلاں کیا کرتا ہے؟ فلاں کا کیا حال ہے؟ آواز آتی ہے ٹھہر جاؤ، اسے ذرا آرام لینے دو۔ اس نے ابھی ابھی دنیا کے رنج وغم سے نجات پائی ہے۔ پھر روح کہتی ہے کہ فلاں کا تو انتقال ہو گیا۔ تمہارے پاس نہیں آیا روحیں کہتی ہیں افسوس۔ وہ نیچے کے ٹھکانے پر گیا۔

## مومن کی روح عرش الٰہی پر:۔

عبداللہ ابن عمیر سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جب مومن کی روح کو ملک الموت عرش الٰہی پر لے کر پہنچتے ہیں تو پہلے سجدہ کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اے رب! یہ تیرا فلاں غلام ہے۔ تو جانتا ہے کہ ہم نے اسکی روح قبض کی ہے۔ اللہ فرماتا ہے اسکو سجدہ کرنے کیلئے کہو۔ روح سجدہ کرتی ہے۔ میکائیل کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس روح کو مومنوں کی ارواح کے ساتھ رکھو۔ قیامت کے دن اسکا حال تم سے پوچھوں گا۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اسکا جسم قبر میں لے جاؤ۔ قبر ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی ہو جاتی ہے۔ اسمیں

حریر کا فرش بچھایا جاتا ہے۔ خوشبو سے معطر کی جاتی ہے۔ اسکی تلاوت قبر کو روشن کر دیتی ہے۔ خدا اسکو ایک نور اپنے پاس سے عطا فرماتا ہے، جو سورج کی طرح چمکتا ہے۔

(طبرانی نے کبیر میں، سرئی نے کتاب الزہد میں، عبدالرحمن بن حمید نے اپنی تفسیر میں، یہ روایت لکھی اور لکھا کہ اس روایت کے تمام راوی معتبر اور ثقہ ہیں)

## مومن کی موت کے وقت کی کیفیت:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''مومن کی روح نہیں قبض کی جاتی جب تک کہ خوش کرنے والی چیزیں وہ نہیں دیکھ لیتا۔ جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو مومن کی روح پکار پکار کر کہتی ہے کہ مجھے ارحم الراحمین کی طرف جلد لے چلو۔ جب میت لے کر چلتے ہیں تو روح مومن کہتی ہے کہ کیوں آہستہ چلتے ہو؟ جب قبر بند ہوتی ہے تو مردہ بیٹھتا ہے اور اپنی جگہ جنت میں دیکھتا ہے۔ ان تمام چیزوں کو دیکھتا ہے جنکا خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہتا ہے مالک مجھے آگے لے چل مجھے میری جنت میں داخل کر دے۔ آواز آتی ہے ذرا ٹھہر جا۔ ابھی تیرے بھائی بہنیں نہیں آئے ہیں۔ آواز آتی ہے کہ سو جا پھر وہ میٹھی نیند سوتا ہے کہ جب سر اٹھاتا ہے تو قیامت کا دن ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے ثواب دیکھتا ہے۔

## عجیب واقعات:۔

ربعی کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا میں اپنے بھائی کے سرہانے بیٹھ گیا، اناللہ اور سبحان اللہ پڑھنے لگا، میرے بھائی نے چادر سے منہ نکالا اور السلام علیکم کہا پھر کہنے لگا میں اللہ کے پاس گیا اسکو راضی اور خوش پایا۔ مجھ پر بہت مہربانی فرمائی۔

مجھے ستر لباس جنت ریشمی پہنائے۔ اب تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ۔ ابو القاسمؐ (رسول خداؐ) مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے آ رہے ہیں۔ جلدی سے کفن پہنا دو۔ یہ کہہ کر چپ ہو گیا۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا ایک آدمی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

(بیہقی فی دلائل النبوۃ میں لکھا کہ اس روایت کے تمام اسناد صحیح ہیں)

## مرتے وقت کی دعا:۔

حضرت سلمان فارسی صحابی رسولؐ سے روایت ہے کہ ایک انصاری پر نزع کا عالم تھا کہ جناب رسول خداؐ تشریف لے آئے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ انصاری نے کہا میرے پاس دو اشخاص آئے تھے۔ ایک سیاہ اور ایک سفید۔ جناب رسول خداؐ نے پوچھا اس وقت تم سے قریب کون ہے؟ اس نے کہا ''سیاہ''۔ فرمایا تمہاری نیکی کم ہے اور بدی زیادہ ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ میرے لئے دعا فرمائیں۔ رسول خداؐ نے یہ دعا فرمائی ''یا اللہ کم کو زیادہ کر دے اور زیادہ کو بخش دے''۔ دعا کرنے کے بعد پوچھا اب کیا دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہؐ آپؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ سفیدی (نیکی) زیادہ ہوتی جا رہی ہے اور سیاہی (بدی) کم۔ اور کالا آدمی مجھ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ (نور الصدور فی شرح القبور)

## جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اسکی موت کی کیفیت:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ عز و جل

بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ مگر جو شخص اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند نہیں کرتا، اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ ہم سب موت کو پسند نہیں کرتے اس لئے خدا سے ملاقات کو بھی پسند نہیں کرتے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''مطلب یہ نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مومن کے پاس جب ملک الموت آتے ہیں تو اسکو بتاتے ہیں کہ اللہ تم سے خوش ہے اور وہ تم سے رحمت اور مغفرت کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اس وقت مومن کو آخرت کی زندگی اور اللہ سے ملاقات سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہوتی''۔ اس لئے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ (نور الصدور)

## کافر کی موت:۔

مگر جب کافر کے پاس ملک الموت آتے ہیں تو اسکو اللہ کے عذاب کی خبر سناتے ہیں۔ اسوقت اسکو آخرت سے اور خدا سے ملاقات سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی، اس لئے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

## مومن پر موت کے وقت کی کیفیت:۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جب اللہ مومن کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ جا کر میرا سلام کہو۔ جب ملک الموت مومن سے آکر کہتا ہے کہ خداوند عالم نے تجھے سلام کہا ہے تو مومن کی روح اللہ سے ملاقات کے شوق میں (باآسانی) نکل آتی ہے۔

جب ملک الموت کسی خدا کے دوست کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ السلام علیک یاولی اللہ دنیا کا گھر آپ کے لائق نہیں اسکو چھوڑ دیجئے۔ آخرت کے گھر کو آپ نے سنوارا ہے اب وہاں چلئے۔ اگر مرنے والا خدا کا دوست نہیں ہوتا تو کہتے ہیں کہ تو نے دنیا کا گھر آباد کیا ہے۔ آخرت کو برباد کیا ہے۔ (نورالصدور)

## گنہگار کی موت:۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب گنہگار کی روح قبض کرنے کا خدا حکم دیتا ہے تو فرماتا ہے "اس نے دنیا میں جو برا کیا ہے پہلے اسکا بدلہ دو، پھر اسکو جنت کی خوشخبری سناؤ"۔

ان روایات سے ثابت ہوگیا کہ جیسا انسان ہوتا ہے ویسی ہی اسکی موت ہوتی ہے۔ نیک لوگوں سے ملک الموت نیک برتاؤ کرتے ہیں اور بروں کے ساتھ برا۔ نیک کے پاس اچھی صورت میں آتے ہیں اور جنت کی نعمتیں دکھا دکھا کر اللہ سے ملاقات کا شوق دلاتے ہیں، اللہ کے وعدے یاد دلاتے ہیں۔ اس لئے اسکی روح بآسانی فوراً نکل آتی ہے۔ اسکے برعکس کفار اور ظالموں کے ساتھ بالکل مختلف برتاؤ کرتے ہیں۔ (جیسی روح ویسے فرشتے)۔

## روح تمام ارواح سے ملتی ہے:۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ جب امام حسنؑ پر مرض موت کی تکلیف ہوئی تو ایک شخص نے کہا حضور گھبرانا کیسا؟ آپ تو اپنے نانا، نانی والدہ، فاطمۃ الزہراؑ، چچا حمزہؓ اور عباسؓ

اور اپنے ماموں قاسمؑ، طیبؑ، طاہرؑ، ابراہیمؑ کے پاس جارہے ہیں۔ یہ سنا تو چہرے پر اطمینان اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

(نورالصدور سیوطی)

حضرت علیؑ نے فرمایا دو دوست تھے جو مومن تھے جب ایک دوست کا انتقال ہونے لگا تو وہ کہنے لگا اے اللہ! میرا فلاں دوست مجھے تیری اطاعت کی ترغیب دیا کرتا تھا اور نیک اعمال انجام دینے کا حکم دیتا تھا، برائی سے روکتا اور کہتا تھا خداوند عالم میرے دوست کو ہدایت دے اور نیک راستے پر چلا۔ جب اسکا انتقال ہوا تو اپنے دوست کی روح سے جاملا، وہ کہہ رہا ہے ہم دونوں کتنے اچھے دوست اور بھائی تھے۔

(نورالصدور فی شرح القبور سیوطی)

محمد ابن مکندر اس وقت پہنچے جب حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ انتقال فرمارہے تھے۔ محمد ابن مکندر (عظیم صوفی) نے کہا ''جناب رسول خداؐ سے سلام عرض کرنا''۔ (صحیح بخاری)

## مومن موت کے وقت جنت دیکھتا ہے:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جب روح جنت کی چیزیں دیکھتی ہے تو خود چاہتی ہے کہ جلد جسم سے نکل جائے اور اللہ سے ملاقات کرے۔ اس لئے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ جب مومن کی روح آسمان کی طرف جاتی ہے تو ارواح اسکی ملاقات اور استقبال کے لئے آتی ہیں۔ اپنے عزیزوں ملاقاتیوں کا حال پوچھتی ہیں۔ اگر کسی کے لئے وہ کہتا ہے مر گیا، تو کہتی ہیں افسوس ہمارے پاس نہیں آیا۔ یہاں

تک کہ گھر کی بلی کے بارے میں بھی پوچھتی ہیں"۔

## مرنے والا سب کو دیکھتا ہے:۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "میت پہچانتی ہے غسل دینے والے کو، کفن پہنانے والے کو، قبر میں اتارنے والے کو۔ جب انسان مرتا ہے تو اسکی روح ملک الموت کے ہاتھ میں رہتی ہے اور لوگوں کو رونے چلانے سے منع کرتی ہے۔

جب جنازہ لے کر چلتے ہیں تو ملک الموت بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں، جب قبر میں رکھکر مٹی ڈالتے ہیں تو فرشتہ روح کو قبر میں ڈال دیتا ہے۔

جنگ بدر میں رسول خداؐ نے کفار کی لاشوں کو پکارا، اے فلاں ابن فلاں! خدا نے جو وعدہ تم سے کیا تھا اسے سچ کر دکھایا ہے، حضرت عمرؓ نے عرض کی کیا یہ سن سکتے ہیں؟ فرمایا تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ البتہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔

(نور الصدور فی شرح القبور سیوطی)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے خدا سے پوچھا کہ کیا جو کوئی جنازے کے پیچھے چلے گا، اسکو ثواب ملے گا؟ وحی ہوئی کہ اے داؤد! اسکو یہ ثواب (بدلہ) ملے گا کہ جب وہ مرے گا تو ملائکہ اس کے جنازے کے پیچھے چلیں گے اور میں اسکی روح پر رحمت نازل کروں گا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "مردوں کو اچھا کفن دو۔ گہری قبر بناؤ۔ برے لوگوں کی قبروں سے دور رکھو۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا نیک

ہمسایہ سے نفع ہوتا ہے؟ فرمایا اسی طرح جیسے دنیا میں نفع ہوتا ہے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "منکر نکیر کی آواز مومن کے کان میں اتنی آسان معلوم ہوتی ہے جیسے آنکھ میں سرمہ لگانا۔ اور قبر کا ضغطہ (بند ہو جانا) مومن کے واسطے ایسا لگتا ہے جیسے مہربان ماں بچے کا سر نرمی سے دباتی ہے۔

مگر خرابی اس کے لئے ہے جو اللہ کے بارے میں شک کرتا ہے وہ قبر میں بھاری پتھر سے پیسا جائے گا۔

## عذاب قبر سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص اپنی بیماری میں قل ھو اللہ احد پڑھے گا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا، قبر اسکو نہ بھینچے گی اور قیامت کے دن ملائکہ اسکو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پل صراط سے گزار کر جنت کے دروازے پر پہنچا دیں گے۔

(نور الصدور فی شرح القبور)

## قبر کا بولنا:۔

ابو سعید سے روایت ہے کہ موت دنیا کی لذتوں کو فنا کرنے والی ہے اس لئے اسکو یاد کیا کرو۔ قبر روزانہ کہتی ہے اپنا وطن چھوڑ کر میرے اندر آؤ گے۔ بندہ سے کہتی ہے تجھ کو یہاں آنا مبارک ہو۔ جب لوگ مجھ پر چلتے تھے، تو ان میں بہت اچھا آدمی تھا۔ اب تو میرے حوالے کیا گیا ہے۔ اب میری مہربانی دیکھ، پھر زمین کشادہ ہو جاتی ہے اور جنت کا دروازہ اس میں کھول دیا جاتا ہے۔

مگر جب کوئی ظالم یا بدکار کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے جو لوگ مجھ پر چلتے تھے تو ان میں برا آدمی تھا۔ آج تو میرے پاس آیا ہے۔ اب میں اپنا کام دکھاتی ہوں۔ قبر کے دونوں سرے مل جاتے ہیں، ہڈی پسلی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ اس پر ستر (۷۰) اژدھے مقرر کرتا ہے جو اسکو قیامت تک کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک زمین پر پھونک دے تو کوئی درخت باقی نہ رہ سکے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "قبر یا جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا"۔

## نیک بندہ اور قبر:۔

اگر مردہ نیک ہوتا ہے تو فرشتہ زمین سے کہتا ہے "اگر یہ مردہ نیک ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتانے والا ہے اور برے کاموں سے روکنے والا ہے، کیا پھر بھی تو اس پر عذاب کرے گی؟ قبر کی زمین کہتی ہے اگر ایسا آدمی ہے تو اس کے واسطے سبز باغ ہو جاؤں گی۔ اسکا بدن نور کا بن جاتا ہے اور اسکی روح اللہ کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔

سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ جو آدمی قبر کو یاد کرتا رہتا ہے، قبر اسکے واسطے جنت کا باغ ہو جائے گی، اگر انسان قبر کو یاد نہیں کرے گا تو قبر اسکے واسطے دوزخ کی خندق بن جائے گی۔ (نور الصدور سیوطی)

## موت اور قبر کی سختی دور کرنے کے طریقے:۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص ۱۰۰ مرتبہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین پڑھتا ہے وہ فقیری اور قبر کی وحشت سے بچا

رہتا ہے اور جنت کے تمام دروازے اسکے لئے کھول دیے جاتے ہیں۔

کعب سے روایت ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ پر وحی کی کہ علم سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ علم سیکھنے اور سکھانے والے کی قبر خدا روشن کرتا ہے تاکہ اسکو وحشت نہ ہو۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص جمعرات کو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اسطرح کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۵ مرتبہ سورہ اذا زلزلت الارض پڑھے تو خدا خداوند عالم موت کی سختی اس پر آسان کر دیتا ہے اور عذاب قبر سے بچالیتا ہے اور پل صراط پر آسانی سے گزار دیتا ہے۔

نیز جو شخص جمعہ کو یا رمضان میں مرے گا، عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

## عجیب وغریب سچے واقعات:۔

تاریخ بغداد میں ہے کہ ابوالنصر نیشاپوری بہت نیک انسان تھے اور قبر کھودا کرتے تھے اتفاقاً ایک قبر کھودی تو وہ پہلے سے قبر تھی دیکھا ایک نوجوان خوبصورت لباس پہنے بیٹھا ہے۔ تیز خوشبو آرہی ہے۔ ہاتھ میں قرآن ہے جو سبز حرفوں سے لکھا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کیا قیامت آگئی؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر سوراخ بند کر دیا۔

(تاریخ بغداد از ابن نجار)

علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قیاریہ میں ایک عورت کا انتقال ہوگیا۔ اسکی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ کہہ رہی ہیں کہ تم لوگوں نے مجھے تنگ کفن دیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے سامنے شرمندہ ہوتی ہوں۔ میرے گھر میں فلاں مقام پر کچھ دینار رکھے ہیں، ان سے کفن خرید کر فلاں عورت کو دیدو۔ وہ فلاں رات ہمارے پاس آئے

گی۔ بیٹی نے اس عورت کو کفن دیا اور کہا تیری موت فلاں دن آئے گی۔ وہ ٹھیک تھی مگر اُسی دن مرگئی۔ ہم نے اس کے کفن میں ایک کفن خرید کر رکھ دیا۔ رات کولڑکی نے خواب دیکھا کہ ماں کہہ رہی ہے کہ فلاں عورت نے میرا کفن مجھے دے دیا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ (نورالصدور)

## ابن عباسؓ کی موت:۔

سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کا انتقال طائف میں ہوا، میں ان کے جنازے میں حاضر تھا۔ آسمان سے ایک چڑیا آئی اور کفن میں داخل ہوگئی۔ تلاش کیا تو نہ ملی ہم سمجھ گئے کہ انکا عمل تھا، جب دفن سے فارغ ہوئے تو آواز سنی "اے مطمئن روح چل اپنے پالنے والے مالک کی طرف، تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ داخل ہو جا میرے بندوں میں، داخل ہو جا میری جنت میں"۔

(القرآن سورہ فجر) (نورالصدور فی شرح القبور)

## مردے آنے والوں کو پہچانتے ہیں:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "جان پہچان والے قبر پر جاتے ہیں تو مردے انکو پہچانتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اگر جان پہچان نہ ہو تب بھی خوش ہوتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جب قبرستان جاؤ تو یہ کہا کرو السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین اللمومنین. انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا انشاء الله لکم لا حقون. تم پر سلام ہوائے قبر والو مسلمان اور

مومنین۔تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم بعد میں آنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو تم سے مل جانے والے ہیں۔

## قبر پر جانے کا ثواب:۔

جناب رسول خداؐ مصوب ابن عمیرؓ شہید کی قبر پر گئے، جب جنگ احد سے لوٹ رہے تھے، قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے پاس زندہ ہو"۔ پھر صحابہ سے فرمایا "ان قبروں کی زیارت کرتے رہا کرو۔ خدا کی قسم جو کوئی انکو سلام کرتا ہے، وہ ضرور جواب دیتے ہیں۔ (نور الصدور فی شرح القبور سیوطی)

سعید ابن میتب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ مدینے کے قبرستان گئے۔ حضرت علیؑ نے پکار کر فرمایا یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اپنا حال ہم سے کہو۔ ہم تمہارا حال بتاتے ہیں کہ تمہاری بیویاں دوسروں کی ہو گئیں۔ مال ورثہ میں بٹ گیا، تمہاری اولاد یتیم خانوں میں بھیج دی گئی، تمہارے مکانوں پر دشمنوں کا قبضہ ہو گیا۔ اپنا حال سناؤ۔ ایک مردہ جسکا کفن پھٹ گیا تھا بول اٹھا ہم نے جو دنیا میں کیا تھا اس کا بدلہ پا رہے ہیں۔ اور جو نہیں کیا تھا اس پر افسوس کر رہے ہیں۔ ہم اپنے اعمال میں بند ہیں۔ (حاکم نے تاریخ نیشاپوری اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا)

## رسولؐ کی قبر سے اذان کی آواز:۔

سعید ابن میتب کہتے ہیں کہ یزید کے زمانے میں شام والوں نے مدینہ کو یزید کے حکم پر لوٹا تو تین (۳) دن تک مسجد نبوی میں اذان و اقامت نہ ہو سکی۔ میں اکیلا

جد نبوی میں چھپا رہتا۔ ظہر کا وقت تھا میں گھبرا کر رسول خداؐ کی قبر کے قریب گیا تو قبر سے اذان کی آواز سنی۔ میں نے وضو کر کے نماز پڑھ لی۔ پھر عصر کے وقت اذان و اقامت کے آواز قبر مبارک سے سنی۔ اس طرح تین دن تک اذان و اقامت قبر مبارک سے سن سن کر نمازیں پڑھتا رہا۔ (اخبار المدینہ از بکر بن محمد)

## امام حسینؑ کی قبر کا قرآن پڑھنا:۔

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ میں دمشق میں تھا قسم خدا کی میں نے خود دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر لے جا رہے ہیں اور اسوقت ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ سر سے صاف آواز آئی اعجب من اصحاب الکہف قتلنی اصحاب کیف سے زیادہ تعجب کی بات میرا قتل کیا جانا اور سر لایا جانا ہے۔ (نور الصدور فی شرح القبور)

## روحوں کے رہنے کی جگہ:۔

روحوں کے رہنے کی جگہ برزخ ہے۔ یہ دنیا سے بہت بڑا اور آخرت سے بہت چھوٹا مقام ہے اسکے درجے طبقے بہت ہیں جو اعمال کے مطابق ہیں۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا شہیدوں کی روحیں جنت کی نہروں پر جاتی ہیں، کھاتی پیتی ہیں، ان قندیلوں میں قیام کرتی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں۔ سیر چڑنوں (جہازوں) پر سوار ہو کر جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ جب خدا ان شہیدوں سے پوچھتا ہے کہ اگر کوئی آرزو ہے تو بتاؤ؟ وہ کہتے ہیں کوئی آرزو نہیں سوائے اسکے کہ تو ہم کو دوبارہ زندہ کرے اور ہم پھر دوبارہ تیری راہ میں جہاد کریں اور شہید ہوں۔

(بروایت ابو سعید خدری)

## ارواحِ مومنین کا ٹھکانا زمزم کا کنواں بھی ہے:۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ارواحِ مومنین کی جگہ زمزم کا کنواں ہے اور ان کے لئے مکہ کا میدان سب سے اچھی جگہ ہے اور سب میدانوں میں بدترین میدان حضر موت بر ہوت کا مقام ہے، جہاں کفار کی ارواح جمع ہوتی ہیں۔ (جو یمن میں ہے)

## قبر میں ثواب وعذاب کی کیفیت اور اسکا معیار:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "قبر میں ارواح اپنے اعمال کے مطابق ثواب و عذاب پاتی ہیں اور ہر دن دو دفعہ صبح و شام انکو جنت یا جہنم دکھائی جاتی ہے اور فرشتہ کہتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانا ہے۔ (بخاری، مسلم)

## روح کے چار مقامات:۔

علامہ ابن قیم نے لکھا کہ روح کے چار مقام ہیں۔ (۱) ماں کا شکم (۲) دنیا (۳) عالم برزخ جو دنیا سے اتنا بڑا ہے جتنی دنیا ماں کے شکم سے (۴) آخرت کا مکان یعنی جنت جہنم جو آخرت کا مکان ہے، جسکے بعد کوئی دوسرا مکان نہیں ہے، انتہائی وسیع ہے۔ اسکے مقابلے پر عالم برزخ اتنا ہی چھوٹا ہے جتنا رحم مادر دنیا کے مقابلے میں چھوٹا ہے۔ گویا عالم آخرت خداوند عالم کی لامحدودیت کا مظہر ہے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "مومن کے لئے دنیا ایسی تنگ و تاریک ہے جیسے بچے کے لئے ماں کا شکم۔ جب بچہ ماں کے شکم سے باہر آتا ہے تو پہلے پہل اس جگہ کی

جدائی کی وجہ سے روتا ہے۔ مگر جب روشن وسیع دنیا کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مومن پر موت آتی ہے تو پہلے پہل دنیا سے نکلنے کو برا سمجھتا ہے اس لئے موت سے ڈرتا ہے، لیکن جب دنیا کو چھوڑ کر دوسرے عالم (عالم برزخ) میں جاتا ہے اور اسکو ایک وسیع اور روشن قبر دیکھتا ہے تب سمجھتا ہے کہ دنیا بہت تنگ و تاریک اور خراب جگہ تھی۔ ہرگز رہنے کے لائق نہ تھی۔ اسی لئے وہ دوبارہ دنیا میں جانے کو پسند نہیں کرتا، جس طرح بچہ دنیا میں آنے کے بعد ماں کے شکم میں لوٹنے کو پسند نہیں کرتا"۔

(الحدیث ازنورالصدور فی شرح القبور سیوطی)

## روح کا دنیا کو دیکھنا:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "تم لوگوں کے اعمال تمہارے ان رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو دکھائے جاتے ہیں جو مر چکے ہیں۔ اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے اعمال برے ہوتے ہیں تو وہ لوگ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ انکی جان قبض نہ کرنا جب تک انکو نیک ہدایت نہ فرمانا۔ جیسا کہ تو نے ہماری ہدایت فرمائی تھی"۔

## مردوں کو فائدہ پہنچانے کا طریقہ:۔

ابن سعید نے جناب رسول خداؐ سے پوچھا کہ کس طرح میں اپنے مردہ باپ کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں؟ فرمایا "چار طریقوں سے (۱) ان کے لئے دعائیں کرکے (۲) جو وصیت یا نصیحت انہوں نے تم کو کی ہے اس پر قائم رہ کر (۳) ان کے عزیزوں اور

دوستوں کی تعظیم کرکے (۴) ان کے خاص دوستوں رشتہ دروں سے محبت اور میل ملاقات سے۔

## ایسے اعمال کہ انسان مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتا ہے:۔

حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھتا ہے خداوند عالم اسکو شاکرین کا دل عطا فرماتا ہے۔ (۲) صدیقین جیسے اعمال کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (۳) انبیاء کرامؑ جیسا ثواب عطا فرماتا ہے۔ (۴) اس پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس کو جنت میں داخل ہونے سے صرف اسکی موت اسے روکے رکھتی ہے۔ یعنی مرتے ہی فوراً جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (نسائی، ابن حبان، دار قطنی، ابن مردویہ، تفسیر در منشور)

مرض موت میں اکثر قل ھو اللہ احد کو پڑھتے رہنا عذاب قبر سے بچاتا ہے۔

## کونسا وقت موت کے لئے سب سے اچھا ہے؟:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا (۱) جو رمضان کے دنوں میں مرتا ہے۔ (۲) نویں ذی الحجہ کے دن آخری حصے میں مرتا ہے۔ (۳) اور جو شخص صدقہ دیکر مرتا ہے، وہ جنتی ہوتا ہے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص مرتے وقت سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے، وہ جنتی ہوتا ہے۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے یا اسکا اجر کمانے کے لئے روزہ رکھے اور روزے میں مرجائے، وہ جنتی ہوتا ہے اور خدا اسکو قیامت تک کے

روزے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے خدا اسکو عذاب قبر سے بچالیتا ہے اور جب وہ میدان حشر میں آتا ہے تو اسکے بدن پر شہادت کی مہر لگی ہوگی۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جو شخص جمعہ کی رات میں مرے گا، عذاب سے نجات پائے گا اور جو شخص جمعہ کے دن مرے گا، دوزخ سے نجات پائے گا''۔ (نور الصدور فی شرح القبور سیوطی)

## کاملین اور انبیاء کرامؑ اور ان جیسوں کا جسم بھی نہیں سڑتا:۔

آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میں نے جسم کو سڑنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو لوگ میتوں کو گھروں میں رکھتے۔ (زمین تنگ ہو جاتی) جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں نے تین چیزوں سے اپنے بندوں پر آسانی کرادی:

(۱) غلے پر کیڑے مقرر کرائے ورنہ بادشاہ اور امیر سارے کا سارا غلہ جمع کر لیتے جیسے سونا چاندی سمیٹ لیتے ہیں۔

(۲) غمزدوں کے دل سے غم دور کرا دیا کرتا ہوں کہ وہ غم بھول جائیں اگر ایسا نہ کرتا تو انسان کبھی خوش نہ ہوتا۔

(۳) مرنے کے بعد بدن کو سڑنے کا حکم دیا ورنہ کوئی دوست اپنے دوست کو دفن نہ کرتا۔ (اسطرح آبادی بے حد بڑھ جاتی)

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ اللہ نے روح سے زیادہ اچھی پاکیزہ چیز کوئی نہیں بنائی۔ اس لئے روح جب تک بدن میں رہتی ہے بدن ترو تازہ رہتا ہے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "خداوند عالم نے انبیا کرامؑ کی لاش کو کھانا مٹی پر حرام کیا ہے"۔

امیر معاویہ نے احد کے میدان میں کنواں کھدوایا، جتنی لاشیں نکلیں سب کی سب ترو تازہ تھیں۔ اتفاق سے ایک لاش کے پیر پر کلہاڑی لگ گئی جس سے تازہ خون بہنے لگا۔ (بیہقی۔ واقدی)

## مسجد میں اذان کہنا بلا معاوضہ:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا جو شخص کسی نفع کی امید رکھے بغیر صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے اذان کہتا ہے، وہ مثل اس شہید کے ہے جو خون میں تڑپ رہا ہو۔ مرنے کے بعد اسکا بدن محفوظ رہے گا، یعنی اسکا بدن زمین نہ کھائے گی۔

## موت کے وقت کی بہترین کیفیت کیا ہوتی ہے:۔

جناب رسول خداؐ ایک جوان صحابی کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ مر رہا تھ۔ آپؐ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ کہا اللہ سے بخشش کی امید رکھتا ہوں مگر اپنے گناہوں پہ روتا ہوں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "موت کے وقت جس کی یہ حالت ہو (یعنی) جس میں یہ دونوں خوف و امید کی کیفیتیں پائی جائیں تو اللہ اسکی امید پوری کرے گا اور خوف سے اسکو امان دے گا"۔

اس لئے انسان ایک طرف خدا کی رحمتوں، بخششوں والی آیات واحادیث کا تصور کرے۔ اسکی رحمانیت اور رحیمیت پر غور کرے۔ دوسری طرف اپنی ناشکریوں اور بد کاریوں کو یاد کرے۔ اس طرح اسکے اندر رجا یعنی خدا سے بخشش اور معافی کی امید بھی پیدا ہوتی ہے اور اسکی سزا اور ناراضگی کا خوف بھی تازہ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں جو بندہ خدا سے ملاقات کرتا ہے، خدا اسکو اپنی رحمتوں کے دامن میں لے لیتا ہے۔

## موت پر کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ:۔

ابن عمرؓ نے جناب رسول خداؐ سے پوچھا کون مومن عقلمند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرے اور نیک اعمال انجام دے کر موت کا سامان تیار کرے اور ہوشیار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو خدا کے حکم کا مطیع بنائے رکھے اور اپنے نفس سے حساب لیتا رہے۔ احمق وہ ہے جو اپنی بری خواہشوں کی پیروی کرے اور پھر خدا سے ثواب کی آرزو بھی کرے۔ (الحدیث)

## موت کا خوف کیسے دور کیا جائے:۔

(۱) خدا کی رحمتوں بخششوں پر بھروسہ کر کے خدا سے امید نجات و معافی رکھی جائے۔ (۲) خدا سے معافیاں مانگتے رہنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ اپنی اصلاح ضرور کرتے رہنا چاہیئے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "مومن کا تحفہ موت ہے اور موت اسکے واسطے

خوشبودار پھول ہے"۔(یعنی راحت بخش ہے)

(اس حدیث کو خوب ذہن نشین کیجئے)

## دنیا اور آخرت کی حقیقت:۔

نیز فرمایا"اے ابوذرؓ! دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور قبر اسکے لئے امن کی جگہ ہے اور جنت اسکے رہنے کی جگہ ہے۔اے ابوذرؓ! دنیا کافر کے لئے جنت ہے (کیونکہ وہ حرام لذتوں میں کھویا رہتا ہے) قبر اسکے لئے عذاب کی جگہ ہے اور جہنم اسکا اصل ٹھکانا ہے"۔ (الحدیث)

## تین چیزیں مبارک ہیں:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا:تم لوگ تین چیزوں کو برا جانتے ہو جبکہ وہ مبارک ہیں۔(۱) فقر اسلئے اچھا ہے کہ انسان عاجز منکسر بنا رہتا ہے، تکبر نہیں کرتا۔ (۲) موت کو میں اسلئے پسند کرتا ہوں کہ خدا سے ملاقات کروں جو میرا پالنے والا مالک ہے۔ (۳) بیماریوں کو اسلئے پسند کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔(ان احادیث کو یاد رکھنے سے انسان کے دل سے موت کا خوف دور ہو جاتا ہے) (الحدیث)

## موت کی تعریف خداوند عالم کی زبانی صرف دو لفظوں میں:۔

یاد رہے کہ موت دنیا ختم ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے موت کی تعریف دو لفظوں میں فرمائی ہے لقاء ربہ اپنے پالنے والے مالک سے ملاقات یعنی کسی دشمن سے ملاقات نہیں بلکہ اپنے ہی پالنے والے مالک سے ملاقات۔ایسا مالک جو

ارحم الراحمین ہے، یعنی تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

## موت کی حقیقت:۔

حضرت امام حسنؑ نے فرمایا موت مومن کے لئے الذ لذیز ترین چیز ہے۔

## قرآن میں مومن کی موت کی کیفیت:۔

قرآن نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبضہ میں لیتے ہیں جب وہ (گناہ، شرک، کفر، نفاق سے) پاک ہوتے ہیں تو فرشتے ان سے کہتے ہیں، سلام علیکم تم پر سلامتی ہو۔ جو نیک کام تم کیا کرتے تھے اس کے صلے میں جنت کے گھنے باغ میں داخل ہو جاؤ۔ (القرآن سورہ نحل ۳۲)

یعنی ایسے مومن بھی ہوتے ہیں جن کے گناہوں کی سزا ابھی باقی ہوتی ہے، انکو موت کی تکلیف کے ذریعہ گناہوں سے پاک کردیا جاتا ہے۔ اسلئے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر مومن کی روح آسانی سے نکلے۔ کبھی کبھی موت کی تکلیف کی وجہ سے مومن گناہوں سے پاک ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔

## کفار اور سخت گنہگاروں کی موت کی تکلیف:۔

مگر کفار اور سخت گنہگار لوگوں کی روح سخت تکلیف سے نکلتی ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا انکے بدن کو قینچی سے کاٹا جارہا ہے۔ یا چکی میں پیسا جارہا ہے۔ فرشتے اسکو مضبوطی سے جکڑے رہتے ہیں۔ اسلئے تڑپ بھی نہیں پاتا۔ قرآن میں فرمایا:

"تو جب فرشتے انکی جان نکالیں گے تو ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے جائیں گے"۔ (سورہ محمد ۲۷)

## مومن پر موت کے وقت سختی ہو سکتی ہے:۔

حقیقت یہ ہے کہ روح کا قبض ہونا کافر کے لئے پہلی بدبختی ہے چاہے آسانی ہی سے روح نکلے۔ آسانی سے کبھی اسلئے نکلتی ہے کہ انکی کچھ آخری نیکیوں کا ثواب دینا مقصود ہوتا ہے تاکہ جب انکی خدا سے ملاقات ہو تو اسکے پاس کوئی نیکی موجود نہ ہو۔ مگر مومن کے لئے موت نعمت ہے چاہے جان نکلنے میں کچھ سختی ہی کیوں نہ ہو۔ مومن پر آخری سختی اسکے آخری چند گناہوں کے کفارے کے لئے ہوتی ہے تاکہ جب وہ خداوند عالم سے ملاقات کرے تو گناہوں سے بالکل پاک ہو۔

## موت تکلیف دہ کیسے بن جاتی ہے؟:۔

دنیا کی محبت کی وجہ سے انسان دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی خوشیاں بھی غم لئے ہوتی ہیں۔

ہم تبسم میں نہاں اشک رواں دیکھتے ہیں

پھر دنیا بڑی بے وفا ہے۔ جن لوگوں سے نیکی کرو وہی دشمن اور حاسد بن کر بری طرح تنگ کرتے ہیں۔

کھا کر جو تیر دیکھا کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اسی لئے فارسی شاعر نے کہا:

دل بر جہاں منہد کہ ایں بے وفا عروس
با ہیچ کس شبی بہ محبت بسر نہ کرد

(اپنا دل دنیا کی بے وفا دلہن کے ساتھ نہ باندھ۔ یہ ایسی بے وفا عورت ہے کہ ایک رات بھی کسی کے ساتھ محبت کے ساتھ نہیں رہتی۔ یعنی بہت جلد منہ پھیر لیتی ہے)

دنیا والوں کا یہی دستور رہا ہے۔ اس لئے جو لوگ خدا کی اصل رحمتوں، نعمتوں سے غافل ہوتے ہیں صرف وہی دنیا کی زندگی پر مٹے رہتے ہیں۔ خداوند عالم نے فرمایا:

''کفار دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس سے مطمئن ہو گئے۔'' (القرآن)

اقبال نے کہا:

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی تھا

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے''
(الحدیث)

اسلئے دنیا سے دل کو ہٹائے رکھنا چاہیئے۔ اسکو عارضی بے وفا، کم حقیقت سمجھتے رہنا چاہیئے، یہی اسکی حقیقت بھی ہے۔ اس طرح انسان طمع، حسد، دشمنی، غیبت، تہمت، جھگڑوں سے بچا رہتا ہے اور اسکی زندگی پر سکون ہو جاتی ہے۔

عرفاء نے لکھا دنیا آئے مگر جیب میں۔ دل صرف اللہ اور اللہ والوں سے محبت کے لئے وقف ہو۔ (احیاء العلوم)

(۲) دوسرے یہ کہ ہمیں خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیئے، یہ سمجھکر کہ خدا ہمارا پالنے والا مالک اور تربیت ترقی دینے والا ہے۔ اسکی ہر تدبیر میں ہمارا فائدہ مضمر ہے۔ اس طرح اپنے دل و دماغ کو خدا پر بھروسہ کرنے کا عادی بناؤ۔ اب اگر خدا ہی یہ چاہتا ہے کہ میں اس دنیا سے روانہ ہو جاؤں، تو ضرور اس میں میرا فائدہ ہے۔ یوں سمجھو کہ خدا اب یہ چاہتا ہے کہ میں دارِ امتحان سے دارِ جزاء میں چلا جاؤں، ادنیٰ سے اعلیٰ درجات میں داخل ہو جاؤں۔ دار الغرور یعنی دھوکے کے گھر سے دار السرور میں قیام کروں، دنیا کے مصائب و آلام سے نجات پاؤں۔ اس طرح اپنے اصلی دوستوں یعنی انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین اور خاصکر محمدؐ و آل محمدؐ سے ملاقات کروں۔ اب اگر موت نہ آئے تو بھی خدا سے اسلئے راضی رہو کہ خدا مجھے آخرت کا سامان جمع کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کا اور موقع عطا فرما رہا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے گناہوں کو معاف کراؤ اور نیک اعمال کا ذخیرہ بڑھا کر اپنے درجات کے بلند ہونے کا بندوبست کرو۔

## موت کے وقت کی کیفیت حضرت علیؑ کی زبانی:۔

''موت کے وقت انسان سب سے پہلے اس مال و دولت کو یاد کرتا ہے جو اس نے جمع کر رکھی تھی، جسکی طلب کرنے میں ہر وقت لگا رہتا تھا۔ مشتبہ تو کیا حرام مال لینے میں بھی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا۔ اسکو محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ دولت اس سے الگ ہو رہی ہے۔ اسکا مال اب اسکے وارثوں میں بٹے گا۔ اب وہی اس سے فائدے اٹھائیں گے۔ اس وقت وہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ مال کمانے اور جمع کرنے کی تکلیف غیروں کے لئے اٹھائی تھی۔

موت کے وقت کے لئے فرمایا ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹادیا۔ پس اب تیری نظر بہت تیز ہوگئی۔ (سورق)

## جناب رسول خداؐ نے فرمایا:۔

موت کے وقت ہر مومن اپنے سرہانے نورانی چمکدار مثالی جسم دیکھتا ہے۔ جناب رسول خداؐ سے ملاقات کرتا ہے۔ ائمہ اطہارؑ کو سامنے دیکھتا ہے۔ یہ ملاقات مومنین کے لئے نعمت ہے، مگر کافر کے لئے عذاب ہوتی ہے۔

ایک شخص مر رہا تھا۔ اس وقت امام رضاؑ اس کے سرہانے تشریف لائے۔ کہنے لگا: مولیٰ! جناب رسول خداؐ، مولیٰ علیؑ، فاطمہؑ، امام حسنؑ وحسینؑ تشریف لا چکے ہیں۔ آپ کے والد بھی تشریف فرما ہیں۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ بھی موجود ہیں۔ لیجئے آپ کی صورت نوریہ بھی تشریف لے آئی۔ (بحار جلد ۳)

اسی وقت شیطان بھی اپنے مددگاروں کے ساتھ آدھمکتا ہے اور مرنے والوں کو خدا، رسولؐ، آخرت، جنت، جہنم کے بارے میں شک میں مبتلا کرتا ہے۔ وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ مرنے والے کا ایمان چھن جائے تاکہ وہ کافر مرے۔

جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: میری امت میں تین قسم کے لوگوں کی روح اسطرح نکلتی ہے کہ ملک الموت اپنے ساتھ آگ کا گرز لاتا ہے جس سے انکی روح نکالتا ہے۔

(۱) ظالم حاکم (۲) یتیموں کا مال غصب کرنے والا (۳) جھوٹی گواہی دینے والا۔

بعض لوگ مرتے وقت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کافر ہو جاتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ مرنے والے کے پاس حائضہ عورت کو قریب نہ آنا چاہیئے کیونکہ ملائکہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

## وہ اعمال جنکی وجہ سے موت کی تکلیف آسان ہو جاتی ہے:۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "جو شخص چاہتا ہے کہ خدا اسکو موت کی تکلیفوں سے بچائے اسکو چاہیئے کہ (۱) اپنے رشتہ داروں پر رحم کرے، خاصکر والدین کی خدمت اور اطاعت کرے، ایسا آدمی کبھی مفلس بھی نہ ہوگا۔ (۲) موت کی تکلیف کے وقت یہ کلمات پڑھے یا من یقبل الیسیر ویعفوعن الکثیر اقبل منی الیسیر واعف عنی الکثیر انک انت الغفور الرحیم (یعنی) اے وہ جو ناقص اور کم عمل کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے اور بے شمار گناہوں کو یک قلم معاف کر دیا کرتا ہے۔ مجھے میرے کم و ناقص اعمال کو آسانی سے قبول فرمالے اور میرے بے شمار گناہ معاف فرمادے کیونکہ تو بڑا معاف کرنے والا، اپنی رحمتوں میں ڈھک لینے والا مہربان ہے۔

جس وقت جناب رسول خداؐ نے ایک مرتے ہوئے جوان کو یہ کلمات پڑھوائے پھر پوچھا تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا وہ کالے منہ والا آدمی جو پہلے نظر آرہا تھا وہ غائب ہوگیا اور ایک نورانی شکل میرے پاس موجود ہے۔ پھر اسی حال میں اس نے وفات پائی۔

(۳) سردیوں گرمیوں میں بے لباس مومنین کو لباس پہنانا۔ اس عمل کے کرنے والے

کے لئے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "اسکا خدا پر یہ حق ہے کہ اسے لباس جنت عطا فرمائے، موت کی سختی سے بچائے اور قبر کو وسیع کردے"۔

(۴) مومنین کو میٹھی چیزیں کھلانے والے سے بھی موت کی سختی ہٹالی جاتی ہے۔

(۶) ماہِ رجب کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے سے بھی انسان موت کی تکلیفوں اور اسکے بعد کے خوف سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ خاصکر ۲۴ رجب کے دن کا روزہ رکھنے والے کے پاس ملک الموت پاکیزہ لباس خوبصورت شکل میں آتا ہے۔ شراب طہور پلاتا ہے جس کی وجہ سے موت میں آسانی ہوجاتی ہے۔

(۷) جو شخص ستر (۷۰) مرتبہ یہ دعا پڑھے اسکو جنت کی بشارت دی جائے گی:

**یا اسمع السامعین یا البصر المبصرین یا اسرع الحاسبین ویا احکم الحاکمین**

اے تمام سننے والوں سے زیادہ سننے والے، تمام دیکھنے والوں سے زیادہ دیکھنے والے، اور بہت جلد حساب لینے والے، اے تمام حاکموں پر حکومت کرنے والے (مجھ پر رحم فرما۔ اول آخر درود)

(۸) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جو شخص نفل نمازوں میں سورہ زلزال پڑھتا ہے اسکو خدا زلزلے، بجلی، زمینی آسمانی آفتوں سے بھی بچاتا ہے اور مرتے وقت ایک مہربان فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے جو ملک الموت سے کہتا ہے کہ یہ خدا کا ولی (دوست) ہے اسکے ساتھ مہربانی کرو، کیونکہ یہ اکثر مجھے پڑھا کرتا تھا۔

(منازل آخرت شیخ عباس قمی)

## موت کی تکلیفوں سے بچنے کا طریقہ:۔

(۱) جو شخص چاہتا ہے کہ موت کے وقت شیطان کے بہکانے سے حق سے نہ ہٹے اسکو چاہیئے کہ شیطان کتنے ہی شک دل میں ڈالے اسکی نہ سنے۔ مگر اسکے لئے ضروری ہے کہ اصولِ دین کو خوب اچھی طرح سمجھ کر مانے اور سچے دل سے ان پر یقین رکھے، پھر خدا سے دعا کرے کہ "مالک جو تمام رحم کرنے والوں سے کہیں زیادہ رحم کرنے والا ہے، اب میں اپنا یہ یقین تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہ میرا وہ یقین ہے جسکی وجہ سے میں تیرے دین پر قائم رہوں۔ اب تو اسکی خود حفاظت کرنے والا ہے۔ تو نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ امانتوں کی حفاظت کرو۔ اس لئے اس یقین کو مجھے اس وقت لوٹا دینا جب میری موت کا وقت آپہنچے۔ (۲) دعائے عدیلہ کو سمجھ کر پڑھنا۔

(۳) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا اسکا ایمان کامل ہوجائے گا "خدایا میں اس بات پر دل سے راضی رہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا پالنے والا مالک ہے اور محمدؐ میرے لئے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے نبیؐ اور رسولؐ ہیں۔ اسلام میرا دین ہے۔ قرآن میری کتاب ہے۔ کعبہ میرا قبلہ ہے۔ حضرت علیؑ میرے ولی آقا، سرپرست اور دوست ہیں۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام علی ابن الحسینؑ، امام محمد ابن علیؑ، امام جعفر ابن محمدؑ، امام موسیٰ ابن جعفرؑ، امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ، امام محمد ابن علی التقیؑ، امام علی ابن محمد النقیؑ، امام حسن ابن علی العسکریؑ، اور حجۃ ابن الحسن المھدیؑ ان سب پر خدا کی خاص رحمتیں ہوں، یہ میرے امام ہیں۔ اے اللہ میں ان سب کی امامت پر راضی ہوں اس لئے اب انکو بھی مجھ سے راضی کردے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

(۴) پابندی وقت سے نماز پڑھنے والے کو ملک الموت خود کلمہ شہادت کی تعلیم دیتے ہیں اور ابلیس کو اس سے بھگاتے ہیں۔

(۵) امام صادقؑ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا خاتمہ نیک اعمال پر ہو، تو خدا کو سب سے بلند و برتر سمجھو، اسکی دی ہوئی نعمتوں کو اسکی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرو، اسکے حلم سے فائدہ اٹھا کر دھوکہ نہ کھاؤ، متکبر نہ ہو جاؤ، ہر شخص کو عزت کی نگاہ سے دیکھو وہ بھی سچی نیت سے اور دل و جان سے، اگر کسی کو ہم سے محبت کرتے دیکھو اور ہمارا ذکر کرتے دیکھو تو اسکی عزت کرو چاہے وہ ہماری محبت پر سچا نہ ہو، مگر تمہارا اسکی عزت کرنا وہ بھی سچے دل سے، تم کو فائدہ دے گا۔

(۶) یہ دعا کثرت سے پڑھو **ربنا لا نزع قلو بنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب** مالک ہمارے دلوں کو ہدایت پانے کے بعد ٹیڑھا نہ ہونے دے۔ ہم کو اپنے پاس سے اپنی رحمتیں عطا فرما، کیونکہ تو یقیناً بڑا عطا کرنے والا ہے۔(۷) ہر نماز کے بعد پابندی سے تسبیح فاطمۃ الزہرا کا پڑھنا۔

(۸) سرخ عقیق کی انگوٹھی پہننا جس پر محمدؐ نبی اللہ، علی ولی اللہ لکھا ہو۔

(۹) ہر جمعہ سورہ مومنون پڑھنا۔(۱۰) نماز صبح اور نماز مغرب کے بعد سات دفعہ اس دعا کا پڑھنا:

**بسم اللہ الرحمن الرحیم، لا حول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم**

(یعنی) مدد مانگتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے، کوئی طاقت، قوت نہیں ہے سوائے اللہ کے جو بلند اور عظیم ہے۔ چغلیاں کھانے، حسد کرنے اور

لوگوں پر اعتراض کرنے سے بچے اور شراب کبھی نہ پئے۔

(۱۱) امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے پوچھا کہ طبیب نے مجھے نبیذ (جو کی شراب) پینے کی دوا تجویز کی ہے۔ امامؑ نے فرمایا: میں تجھے اسکا ایک قطرہ پینے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اسکے پینے سے اس وقت سخت پشیمان ہوگا جب روح گلے تک پہنچے گی۔ یہ بات امامؑ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (۱۲) زکوۃ نہ ادا کرنا بھی موت کی سخت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ (منازل آخرت شیخ عباس قمی)

# قبر کی حالت:۔

مرنے کے بعد روح بدن کے اوپر ٹھہری رہتی ہے۔ پھر مومن کی روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور کافر کی روح کو نیچے لے جاتے ہیں۔ مومن کہتا رہتا ہے کہ میرا جنازہ جلد منزل تک پہنچاؤ۔ جب غسل دیا جاتا ہے، مومن کی روح دیکھتی ہے۔ غسال کے ہاتھوں سے اسکو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس لئے نرمی کے ساتھ غسل دیا جائے۔ روح لوگوں کی باتوں کو سنتی ہے، دفن کے بعد روح کا تعلق جسم سے پھر قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسکے نیک اعمال کے سوا اسکا کوئی ساتھی نہیں رہتا۔ عزیزوں کو واپس جاتا دیکھ کر روح افسوس کرتی ہے۔

دبا کے قبر میں سب چلے، دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو؟

قبر میں مومن کو سب سے پہلی خوشخبری یہ سنائی جاتی ہے کہ تیری میت کے ساتھ چلنے والوں کو بخش دیا گیا ہے۔

میت کے لئے قبر کی پہلی رات سخت ہوتی ہے اس لئے پہلی رات خاصطور پر میت کے لئے صدقہ دیا جائے، اسکے لئے ۲ رکعت نماز وحشت پڑھی جائے۔ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ تکاثر۔ پھر دعا کرے کہ خدایا اس نماز کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ خداوند عالم اس نماز کی وجہ سے مردے کے پاس ایک ہزار ملائکہ بھیجتا ہے جو لباس جنت لاتے ہیں، قبر کو وسیع کردیتے ہیں اور نماز پڑھنے والے کو بے شمار نیکیاں عطا فرماتا ہے، اسکے چالیس درجے بلند کرتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں حمد کے بعد آیت الکرسی ایک دفعہ پڑھے اور دوسری رکعت میں دس مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے۔

## وحشت قبر سے بچنے کا طریقہ:۔

(۱) روز ۱۰۰ مرتبہ **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین** پڑھنے سے رزق وسیع ہوتا ہے، وحشت قبر ختم ہوتا ہے۔ (۲) بیماروں کی عیادت و خدمت کرنا۔ (۳) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا "اے علیؑ! اپنے دوستوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے موت کے وقت مایوسی، قبر میں خوف اور وحشت اور محشر کا غم نہیں ہے"۔ (معلوم ہوا کہ علیؑ کی محبت بھی وحشتِ قبر کو دور کرتی ہے) (۴) روزانہ کم سے کم ۱۰۰ مرتبہ استغفر اللہ پڑھنا۔ یعنی دل سے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا عذاب قبر کو دور کرتا ہے۔

(منازل آخرت شیخ عباس قمی)

## عذاب قبر اور فشار قبر سے بچنے کا طریقہ:۔

(۱) پیشاب اور دوسری نجاستوں سے بچنا۔ (۲) کسی کی غیبت یا اعتراض نہ کرنا۔ (۳) رشتہ داروں، بیویوں بچوں پر رحم کرنا۔ (۴) جہاد کرنا۔ (۵) بیوی بچوں کے ساتھ بدسلوکی بداخلاقی نہ کرنا۔ (۶) غریبوں، بے کسوں کی امداد کرنا۔ (۷) حاجتمندوں کی حتی المقدور حاجت روائی کرنا۔ (۸) نماز تہجد پڑھنا جس میں ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کرنا چاہیئے۔ (۹) سوتے وقت سورہ الھاکم التکاثر پڑھنا۔ (۱۰) ماہ رجب میں ۴، شعبان سے ۸ روزے رکھنا۔ (۱۱) رات کو خاصکر شب جمعہ کو سورہ ملک سمجھ کر پڑھنا۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ سورہ ملک عذاب قبر سے بچاتی ہے۔ (۱۲) شب جمعہ دو رکعت نماز پڑھنا حمد کے بعد ۱۵ مرتبہ اذازلزلت الارض پڑھنا۔ (قرآن دیکھ کر بھی پڑھ سکتا ہے) (۱۳) امام حسینؑ کے روضے یا کربلا کی خاک کفن میں رکھنا۔ (۱۴) امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جسکی میت پر ۴۰ مومن یہ کہہ دیں کہ الھم انا لا نعلم الا خیرا "اے اللہ ہم اسکے بارے میں سوا خیر یا اچھائی کے کچھ نہیں جانتے"۔ خدا اسکو عذاب قبر سے بچالے گا۔

(منازل آخرت شیخ عباس قمی)

(۱۵) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب مومن قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو نماز اسکے داہنی طرف، زکوۃ بائیں طرف، لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اسکے سر پر سایہ کرتا ہے، صبر اسکے بہت قریب ہوتا ہے، منکر نکیر جب سوال کرتے ہیں تو اسکے نیک اعمال اسکو گھیر لیتے ہیں۔ (۱۶) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو چھ صورتیں

اسکی قبر میں داخل ہوتی ہیں، جوایک دوسرے سے زیادہ نورانی پاکیزہ اور معطر ہوتی ہیں۔
جب عذاب آتا ہے تو اسکو روکتی ہیں، جب مردہ پوچھتا ہے کہ تم کون ہو تو وہ بتاتی ہیں کہ ہم نماز، زکوۃ، روزہ، حج عمرہ، لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا اور آل محمدؐ کی محبت ہیں۔

(۱۷) ۲۳ رمضان کو رات بھر جاگ کر ۱۰۰ رکعت نماز پڑھنا منکر نکیر کے خوف کو دور کرتا ہے اور قبر کو منور کر دیتا ہے۔ (براویت امام محمد باقرؑ)

(۱۸) امام رضاؑ کی مشہد پر جا کر زیارت کرنا بھی عذاب قبر سے بچاتا ہے۔
(منازل آخرت شیخ عباس قمی)

# عالم برزخ:۔

عالم برزخ میں انسان کو اسکے جسم جیسا ایک لطیف بدن ملتا ہے، جو بہت طاقتور ہوتا ہے۔ ہماری صورت سے مشابہ ہوتا ہے عالم برزخ میں یہ جسم اور روح ملکر خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں یا عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسکا دارومدار ہمارے ایمان و عمل پر ہوتا ہے۔ قبر والے اپنے زائروں کے دیکھتے ہیں، گویا ارواح احاطہ علمی رکھتی ہیں۔

# کاملین کی موت کی کیفیت:۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں جب حضرت فاطمہؑ کی بیماری بے حد بڑھ گئی تو آنکھیں کھولیں اور اپنے چاروں طرف دیکھا اور پھر فرمایا السلام علیک یا جبریلؑ السلام علیک یا رسول اللہؐ! پھر دعا کی: مالک، اے میرے اللہ مجھے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ محشور

فرما۔ خدایا مجھے اپنی بہشت اور اپنے جوار میں رہنے کی جگہ عطا فرما۔ پھر فرمایا "اب خدا کے فرشتے اور جبریلؑ میرے سامنے موجود ہیں۔ میرے بابا بھی موجود ہیں، اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ میرے پاس جلدی آؤ، کیونکہ یہاں ہونا تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں پھر مجھ سے فرمایا ابن عم ! جبریلؑ مجھے سلام کرنے آئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خداوند عالم آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ عنقریب آپ جنت مس اپنے والد ماجد سے ملاقات کریں گی۔ پھر فرمایا وعلیکم السلام پھر مجھ سے فرمایا ابن عم! اب میکائیلؑ اترے ہیں اور اللہ کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ مجھے وہاں لے آؤ۔

یہ سن کر اسماء بنت عمیس کافور لے آئیں۔ فاطمہ زہراؑ نے اٹھ کر غسل فرمایا، وضو کیا اور اسماء سے فرمایا کہ نماز کے کپڑے لے آؤ اور خوشبو بھی ساتھ لانا۔ پھر آپؑ نے نماز والے کپڑے پہنے۔ خوشبو لگائی اور اپنی جائے نماز پر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ پھر فرمایا اسماء! اب میں آرام کر رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ میں دنیا سے رخصت ہو گئی ہوں۔ فوراً علیؑ کو مطلع کرنا۔ (التوحید)

## احوال واقعی:۔

انسان کی خود شعوری یعنی روح حسن حقیقی سے ملنا چاہتی ہے۔ یہی حسن و کمال کی طلب اسکو خدا کی محبت کی طرف لے جاتی ہے اس لئے کہ تمام حسن و کمال کا سرچشمہ خداوند عالم کی ذات ہے۔

مگر دنیا میں غفلت جہالت طمع اور تکبر اور دنیا کی بے حد محبت کی وجہ سے انسان

کی خودشعوری کو اپنے محبوب حقیقی یعنی خدا سے جدائی کا احساس نہیں ہوتا۔ حسن حقیقی سے فراق کے عالم میں بھی انسان کی خودشعوری دنیا میں خود کو غلط اور ناقص نصب العیون، مقاصد اور آورشوں سے تسلی دیتی رہتی ہے کیونکہ وہ ان غلط چیزوں (مال، اولاد، حکومت وغیرہ) کو ہی محبوب حقیقی سمجھ بیٹھتی ہے۔ جب تک اسکو مال، اولاد، حکومت، عزت، لذت مادی میں ترقی ملتی رہتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ وہ محبوب حقیقی کے قریب سے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔ اسی لئے دنیا میں اسکو اسکی دوزخ جنت معلوم ہوتی ہے۔ شیطان کا تزئین اعمال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان اسکو مال، اولاد، اقتدار، زر، زمین، زن کو اسقدر خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے کہ انسان انہیں پر مرمٹتا ہے۔ انہی کو زندگی کا آدرش اور حاصل بنالیتا ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگئ داماں بھی تھا

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز گرمئ محفل نہ کر قبول

(اقبال)

خداوند عالم نے فرمایا" شیطان نے انکوان کے برے اعمال خوبصورت بنا کر دکھائے"۔ (القرآن)

## موت کے وقت کی کیفیت :۔

اب جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو سارے پردے ہٹ جاتے

ہیں۔ محبوب حقیقی کے یہ سارے جھوٹے جانشین اور جھوٹے خداؤں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ ان کی بے وفائی اور حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسان کی خودشعوری دنیا کی زندگی میں اپنی جہنم دیکھ لیتی ہے۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے، مال، اولاد، زر، زمین، زن محبوب بنے رہتے ہیں۔ اگر ایک آدرش ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ اس لئے دنیا کی زندگی میں ہماری خودشعوری کو حسن حقیقی کی جدائی کی تکلیف کا احساس نہیں ہو پاتا۔ مگر خودشعوری کو اپنی دوزخ کی پوری شدت کا سامنا اس وقت کرنا پڑتا ہے جب بدقسمتی سے اسکی دنیا کی زندگی محبوب حقیقی سے دوری کے عالم میں ختم ہوتی ہے۔ جب اس فراق کی کیفیت کو لے کر خودشعوری اگلی دنیا میں پہنچتی ہے تو اس پر رنج و غم، حسرت وملال، محرومی اور پریشانی کی بدترین کیفیت طاری ہوتی ہے، کیونکہ اب خود شعوری فریب نہیں کھا سکتی۔ تمام محبوب حقیقی کے جھوٹے جانشین یکسر غائب ہو جاتے ہیں، تمام تسلیاں یک قلم موقوف ہو جاتی ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ''انہوں نے عذاب کو اپنے سامنے دیکھ لیا، اور تمام (مال، اولاد کے) تعلقات ان سے کٹ گئے، اور جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا، ان سے غائب ہو گیا''۔ اس وقت خودشعوری کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی انتہائی محرومی یعنی محبوب حقیقی سے دوری کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ایسے ذہنی عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے جسکو جہنم برزخی کہہ سکتے ہیں۔

اسکے برعکس خداوند عالم کا سچا عاشق اور اطاعت گزار موت کے وقت انتہائی مسرت کی ایک جھلک محسوس کرتا ہے۔ امام حسنؑ نے اسکو الذ لزیز تین تجربہ فرمایا

ہے۔ آنے والی برزخی دنیا میں اسکی جنت اسکا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ یہ ایسی زبردست مسرت کا عالم ہوتا ہے کہ چہرے پر سکون اور راحت کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ خود مرنے والے کا چہرہ بتا رہا ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کے قریب پہنچ گیا ہے۔ پھر اسکی مسرتوں میں بغیر کسی کوشش کے خود بخود اضافے پر اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسکو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسکو سب کچھ مل گیا ہے۔ اگر کوئی خواہش رہتی ہے تو صرف یہ کہ وہ محبوب حقیقی کی تازہ تازہ حسن کی جھلک دیکھے۔ پھر ہر نظارہ حسن اسکی محبت اور طلب جمال میں خوشگوار اضافہ کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ ارتقا مسلسل جاری رہتا ہے۔

مرگ مومن چیست ہجرت سوئے دست
ترک دنیا اختیار کوئے دست

(اقبال)

## موت کے وقت کی کیفیت:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب انسان پر موت کا وقت آتا ہے تو سب سے پہلے اسکا مال اسکے سامنے مجسم ہو کر آتا ہے۔ مال کو دیکھ کر مرنے والا بہت خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ مال سے کہتا ہے کہ میں نے تجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کمایا، اور خون پسینہ تیرے لئے بہایا، آج مجھ پر کڑا وقت پڑا ہے۔ بتا تو میرے کیا کام آئے گا؟ مال کہتا ہے کہ میں تجھے تیری قبر اور کفن دلا سکتا ہوں، اور کچھ نہیں کر سکتا۔ مرنے والا سخت غمزدہ ہو کر دوسری طرف منہ پھیر لیتا ہے تو اسکی اولاد مجسم ہو کر اسکے سامنے آتی ہے۔ اولاد کو دیکھ کر اس کا دل مضبوط ہو جاتا ہے ا۔ ولاد سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں سخت محنت سے پالا

اور بے تحاشا محبتیں دیں۔ بتاؤ آج تم میرے کیا کام آسکتے ہو؟ اولاد اس سے کہتی ہے کہ ہم تیری لاش اٹھا کر تیری قبر کے حوالے کر سکتے ہیں اور بس۔ یہ سنکر مرنے والے کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ سخت اضطراب کے عالم میں وہ دیکھتا ہے کہ ایک بے حد حسین وجمیل وجود آہستہ آہستہ اسکے قریب آتا ہے۔ اسکا بازو تھام کر اسکو تسلی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا ساتھ دوں گا، قبر میں، حشر میں، میزان عمل پر، صراط پر۔ اس وقت تک ساتھ رہوں گا جب تک تیرا بازو پکڑ کر تجھے جنت میں داخل نہ کر دوں۔ مرنے والا حسرت سے اسکا منہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اسقدر حسین وجمیل ہے کہ میں نے آج تک ایسا حسن کہیں نہیں دیکھا۔ مجھے یہ بتا کہ تو کون ہے؟ وہ حسین وجود اس سے کہتا ہے کہ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ تیرا ہی وہ اچھا عمل ہوں جو تو دنیا میں بے توجہی اور بے رغبتی سے انجام دیا کرتا تھا۔ (الحدیث) (اصول کافی)

اس وقت مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کی اصل دولت نہ مال ہے نہ اولاد۔ اصل چیز محبوب حقیقی کی طلب اور اسکی اطاعت ہے۔

## موت کا ذائقہ کیسا ہے؟:۔

جب موت کا ذائقہ انسان چکھتا ہے تو وہ اسکے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "موت مومن کے لئے تحفہ ہے کیونکہ موت مومن کے لئے خوشبودار پھول ہے"۔ (یعنی بہت پسندیدہ اور لذیذ چیز ہے)

(الحدیث)

## دنیا اور قبر اور جنت و جہنم ہمارے آخری ٹھکانے:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''اے ابوذرؓ! دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور قبر مومن کے لئے امن وسکون کی جگہ ہے، اور جنت مومن کے لئے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے، جبکہ کافر کے لئے دنیا جنت ہے، قبر اسکے لئے عذاب کی جگہ ہے، جہنم اسکے لئے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے''۔ (الحدیث)

## موت کو دوست رکھنے کی وجہ:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''میں موت کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ اپنے پالنے والے مالک سے ملاقات کروں گا، اور بیماری کو اس لئے پسند کرتا ہوں کہ بیماریاں میرے گناہوں کا کفارہ ہیں''۔

## موت کی اصل خوشی:۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''مومن کو موت کے وقت اللہ سے ملاقات سے بڑھ کر کوئی خوشی کی چیز حاصل نہیں ہوتی''۔

## موت کے وقت کیا سوچنا چاہیئے؟

جناب رسول خداؐ ایک جوان کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ مر رہا تھا، پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس جوان نے کہا ''اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں مگر اللہ سے بخشش کی امید رکھتا ہوں''۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا موت کے وقت جس میں یہ دو باتیں پائی

جائیں تو اللہ اسکی امیدوں کو پورا کرے گا، اور خوف سے امان دے گا"۔ (الحدیث)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "وہ کام جس کی وجہ سے تم موت کا آنا پسند نہیں کرتے اسکو فوراً چھوڑ دو"۔ (الحدیث)

## موت سے ڈرنا کیا؟

(۱) موت سے لوگ اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موت زندگی کے خاتمے کا نام ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ موت عدم کا اندھیرا نہیں ہے بلکہ ایک درخشاں زندگی ہے جہاں لذتیں مسرتیں اور ترقیاں ہی ترقیاں ہیں۔

(۲) کچھ لوگ موت سے اسلئے ڈرتے ہیں کہ کہیں جہنم رسید نہ ہو جائیں انکو چاہیئے کہ برے کام چھوڑ کر اچھے اچھے کام کریں اور خدا سے تہہ دل سے معافیاں مانگیں اور خدا کی رحمت کی امید رکھیں۔

(۳) کچھ لوگ موت سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے پوتوں نواسوں کی شادیاں دیکھنا چاہتے ہیں جبکہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ "انسان کی روح دنیا کے حالات کو بخوبی دیکھتی رہتی ہے"۔ (الحدیث)

(۴) کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نہ ہونگے تو ہمارے بچے بھوکے مر جائیں گے، جبکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ لاکھوں بچے بغیر ماں باپ کے رہے اور والدین کے بغیر زیادہ اچھی زندگی گزاری۔ پالنے والا صرف خدا ہے وہ جو کرتا ہے درست کرتا ہے۔

(۵) کچھ لوگ موت سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم خدا ان سے کیا سلوک کرے گا؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "خدا ہم سے ہماری ماں سے بھی ستر

(۷۰) گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ (الحدیث)

اسلئے ہمیں خداوند عالم سے اچھا گمان رکھنا چاہیئے مگر ساتھ ساتھ خدا کی اطاعت کی عملاً کوشش ضرور کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ "انسان کے لئے بس وہی ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے"۔ (القرآن)

خداوند عالم نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ جو مجھ سے جیسا گمان رکھتا ہے، میں اس کے لئے ویسا ہی ہو جاتا ہوں۔ اس لئے خدا سے ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیئے۔ اگر ہمارے گناہ بے شمار ہیں تو خدا کی رحمت اس سے لاکھوں درجے وسیع ہے۔ بقول میر انیس:

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں
منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل
اس واسطے کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

## رحلت نبویؐ:۔

۹ ربیع الاول اتوار کے دن مزاج اقدس پر سکون تھا۔ نماز صبح ادا کی جا رہی تھی حضورؐ اپنے حجرہ سے نمازیوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ پھر آپؐ پر غش طاری ہونے لگا۔ اسی عالم میں اپنی پیاری بیٹی فاطمہؑ کو پکارا۔ حضرت فاطمہؑ یہ حال دیکھ کر رونے لگیں۔ فرمایا "بیٹی رو نہیں۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو انا للله و انا الیه راجعون پڑھنا، اسمیں ہر شخص کے لئے سامان سکون ہے"۔ پھر بیٹی کو اور قریب بلایا،

بیٹی نے لبوں سے کان لگا دیے تو فرمایا "بیٹی میں دنیا سے جا رہا ہوں"۔ حضرت فاطمہؑ بے اختیار رونے لگیں۔ پھر بیٹی کو قریب بلایا، بیٹی نے لبوں سے کان لگا دیے تو فرمایا، فاطمہؑ! میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ یہ سن کر سیدہ ہنسنے لگیں۔ پھر فرمایا "فاطمہؑ! مرنے کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہ ہوگا"۔ حسنؑ وحسینؑ بے حد غمگین تھے انکو قریب بلایا۔ دونوں کو چوما۔ پھر انکے احترام اور محبت کی وصیت فرمائی۔ پھر بار بار فرمایا "ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام فرمایا"۔ (مع الذین انعم اللہ علیھم) پھر فرمایا خدایا، خدایا، رفیق اعلیٰ۔ تو میرا بہترین دوست ہے۔ میں اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کو آواز دی۔ ان سے بہت دیر تک چپکے چپکے باتیں کیں، پھر فرمایا، نماز۔ نماز۔ نماز۔ اہل وعیال (ان چیزوں کا خاص خیال رکھنا)۔ پھر فرمایا اللہ اللہ فی نسائکم اللہ کے واسطے عورتوں کا خیال رکھنا۔ عورتوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ سے بہت ڈرنا۔ پھر پانی طلب کیا۔ اسمیں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ انور پر پھراتے تھے۔ چہرہ کبھی سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد۔ زبانِ مبارک آہستہ آہستہ چل رہی تھی بار بار لا الہ الا اللہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں فرماتے اور فرماتے کہ موت تکلیف کے ساتھ ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن ایک تازہ مسواک لے آئے۔ جناب رسول خداؐ نے مسواک پر نظر جمادی۔ انہوں نے مسواک پیش کی آپؐ نے تندرستوں کی طرح مسواک فرمائی۔ پھر ہاتھ کو اونچا کیا اسطرح جیسے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ پھر فرمایا الی رفیق الاعلیٰ اب کوئی اور نہیں صرف اور صرف خدا کی رفاقت منظور ہے۔ تین دفعہ یہی

فرمایا کہ تیسری آواز پر ہاتھ لٹک آئے۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی۔ روح پرواز کر گئی۔ اللھم صل علیٰ محمدٌ و آل محمدٌ وبارک وسلم یعنی بعض روایات سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ اور بعض روایات سے ۲۸ صفر ۱۱ھ پیر کے دن وفات ہوئی۔ عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال ۴ دن تھی۔ انا للله و انا الیه راجعون. (ریاض النضرہ)

## حضرت عائشہؓ کا بیان:۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے آخری وقت فرمایا "میرے حبیب کو بلاؤ"۔ میں نے ابوبکرؓ کو بلا بھیجا مگر جناب رسول خداؐ نے پھر وہی فرمایا "میرے حبیب کو بلاؤ"۔ میں نے عمرؓ کو بلا بھیجا۔ مگر جناب رسول خداؐ نے پھر وہی فرمایا۔ میں نے علیؑ کو بلوایا۔ جب علیؑ آئے تو انکو چادر میں لے لیا اور دیر تک سینے سے لپٹائے رکھا۔ (ریاض النضرہ ص ۱۸۰)

پھر حضرت علیؑ سے کہا میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا اسے ادا کر دینا۔ میرے بعد تم کو سخت صدمات پہنچیں گے ان پر صبر کرنا۔ دیکھو جب دنیا والے دنیا پرستی کریں تو تم دین اختیار کرنا۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۱۱، تاریخ بغدادی جلد ۱ ص ۲۱۹، روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۵۵۹)

## حضرت فاطمہؑ کا بیان:۔

حضورؐ کی حالت بیماری کی وجہ سے خراب تھی کہ اچانک کسی نے باہر سے دستک دی اور اذنِ حضور چاہا۔ میں نے منع کر دیا اور کہا یہ ملاقات کا وقت نہیں ہے۔ واپس

چلا جا۔ اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے۔ مجھے آنے کی اجازت دے دیجئے۔ جب بار بار اس نے یہی کہا تو حضور کی آنکھ کھل گئی۔ آپؐ نے فرمایا فاطمہؑ اسکو اجازت دیدو۔ یہ ملک الموت ہے۔ میں نے اجازت دیدی۔ وہ داخل ہوا اور اس نے عرض کی یارسول اللہؐ! یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے رک کر اجازت مانگی ہے۔ اسکے بعد کسی دروازے پر اجازت نہ طلب کروں گا۔ (روضۃ الصفا جلد۲ ص۲۱۶، انوار القلوب ص۱۸۸)

## شہادت حضرت علیؑ:۔

۱۹ رمضان جمعہ کے دن سجدہ کی حالت میں عبدالرحمٰن ابن ملجم نے سر پر تلوار ماری۔ زخم کھاتے ہی فرمایا: فزت برب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ پھر امام حسنؑ کو حکم دیا کہ نماز جماعت پوری کروائیں۔ خود بیٹھے بیٹھے سر تھامے نماز کو پورا کیا۔

جب مسجد میں داخل ہوئے تھے تو یہ شعر پڑھا تھا:

''موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے۔ موت سے نہ ڈر اگرچہ وہ تیرے پاس آ کر اترے''۔ جب قاتل کو سامنے پیش کیا گیا تو امام حسنؑ سے فرمایا ''حسنؑ بیٹا یہ تمہارا قیدی ہے۔ اسکے کھانے پینے کا خیال رکھنا۔ نرم بستر دینا۔ اگر میں زندہ رہا تو میں جانوں اور یہ جانے۔ قصاص لوں یا معاف کروں۔ اگر مرجاؤں تو صرف ایک وار کرنا۔ اسکے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، نہ کاٹنا۔ اسکو میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ میں خداوند عالم کے سامنے اس سے جواب طلب کروں گا''۔

جب بیٹیوں نے شربت کا گلاس بھیجا تو پہلے گلاس قاتل کو پلوایا۔ جب بستر

مرگ پر تھے تو سارے خاندان کو جمع کیا اور فرمایا "دیکھو میری وجہ سے ابن عبدالمطلب مسلمانوں کی گردنیں مارنا شروع نہ کر دینا۔ یہ کہہ کر کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ بس ایک ضرب جیسی اس نے مجھے ماری ہے اتنی مارنا۔ اسکی لاش خراب نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ ناک، کان نہ کاٹو اگر وہ کتا ہی کیوں نہ ہو"۔

پھر وصیت لکھوائی کہ "یہ علی ابن ابی طالبؑ کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اسکے رسولؐ ہیں۔ "میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، مرنا سب کچھ عالمین کے پالنے والے مالک کے لئے ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے حکم ماننے والا ہوں"۔ (القرآن)

اے حسنؑ! میں تجھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ جب مرنا تو اسلام پر مرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپس میں میل ملاپ قائم رکھنا، روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتے داروں کا خیال رکھنا اس سے خدا تمہارا حساب آسان کر دے گا۔ یتیموں کا ضرور خیال رکھنا۔ یتیم۔ یتیم۔ یتیم وہ تمہارے ہوتے ہوئے ضائع نہ ہونے پائیں۔ دیکھو اپنے پڑوسیوں ساتھیوں کا خیال رکھنا کیونکہ یہ تمہارے نبیؐ کی وصیت ہے، جناب رسول خداؐ نے اسکی اتنی تاکید کی تھی کہ ہم سمجھے تھے کہ شاید انکو ورثہ میں شریک کر دیں گے۔ قرآن۔ قرآن۔ قرآن ایسا نہ ہو کہ تم قرآن پر

عمل کرنا چھوڑ دو۔ نماز۔ نماز۔ نماز کیونکہ نماز تمہارے دین کا ستون ہے۔ کعبہ۔ کعبہ اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا (یعنی حج وعمرہ کرتے رہنا)۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کی راہ میں جان، مال سے کوششیں کرنا۔ زکوۃ۔ زکوۃ یہ تمہارے مالک کا غصہ ٹھنڈا کرتی ہے۔ ذمی۔ ذمی وہ غیر مسلم جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سامنے ان پر ظلم کیا جائے (اور تم دیکھتے رہو)۔ فقراء ومساکین۔ فقراء و مساکین انکو اپنی روزی میں شریک کرو۔ غلام۔ غلام انکا خیال رکھو۔

خدا کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہ کرنا، خدا تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر مہربانی کرو۔ میٹھی میٹھی باتیں کرو۔ اچھے کاموں کی ترغیب دو۔ برے کاموں سے روکو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے شریر تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے تو قبول نہ ہوں گی۔ مل جل کر رہو۔ بے تکلف سادہ زندگی گزارو۔ ایک دوسرے سے ہرگز نہ کٹو، نہ پھوٹ ڈالو، نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کہ اسکا عذاب بڑا سخت ہے۔

اے اہلبیت رسول! خدا تم کو محفوظ رکھے۔ اپنے نبی کے طریقوں پر خدا تمہیں قائم رکھے۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تمہارے لئے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔ پھر کہا لا الہ اللله محمد رسول الله اور آنکھیں بند کرلیں۔

(تاریخ احمدی)

۱۹ رمضان کی رات کو اپنی بیٹی ام کلثوم سے فرمایا تھا "میں نے آج رسول خدا کو خواب میں

دیکھا۔ وہ میرے سر سے غبار صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ تم نے اپنے فرائض ادا کر دئے۔ اب میرے پاس آجاؤ"۔ بیٹی یہ سن کر رونے لگی۔

جب بسترِ مرگ پر تھے تو بار بار سر اٹھا کر فرماتے "میرے حبیبؐ نے سچ فرمایا تھا"۔

جب سر پر تلوار پڑی اور گھر لے جائے جا رہے تھے اور سورج نکل رہا تھا۔ سورج کو دیکھ کر فرمایا اے سورج! گواہ رہنا میں نے کبھی نمازِ صبح قضا نہیں کی اور خدا رسولؐ کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ (تاریخ احمدی ص ۲۱۲)

۲۱ رمضان کو شہید ہوئے اسی دن حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے رحلت فرمائی تھی۔ یوشع بن نونؑ نے بھی اسی دن وفات پائی تھی۔

(جامع عباسی ص ۵۹، الیعقوبی)

جس جگہ آپ کو غسل دیا گیا اُس جگہ حضرت نوحؑ کا گھر تھا۔ (صواعق محرقہ ص ۸)

شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

آپ کی قبر حضرت نوحؑ نے بنائی تھی اور آپ کے جنازے کو سرہانے کی طرف سے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ (تاریخ ابو الفداء۔ الیعقوبی جلد ۲ ص ۲۰۳)

جس شب میں آپ شہید ہوئے اس کی صبح بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اسکے نیچے سے خون تازہ نکلتا تھا۔ (تاریخ الیعقوبی جلد ۲ ص ۲۰۳)

گبن نے لکھا کہ حضرت علیؑ کی قبر بنی امیہ کی وجہ سے چھپائی گئی۔ چوتھی صدی میں ایک قبر کوفے کے کھنڈرات سے نکلی۔ آج جہاں آپؑ کی قبر ہے۔ وہ قبر کوفے سے ۵ میل بغداد سے ۱۲۰ میل جنوب میں واقع ہے۔

(حیواۃ الحیوان دمیری جلد ۲ ص ۱۸۷، رائز اینڈ فال آف دی رومن امپائر گبن)

## موت کا مطلب صرف انتقال جسم ہے:۔

تحقیقات سے ہم اس حقیقت کو اسطرح سمجھ سکتے ہیں کہ ہر انسان دو جسم رکھتا ہے۔ایک مادی جسم اور دوسرا جسم مثالی جسے اورا کہتے ہیں۔ یہ جسم شعاعوں سے بنا ہے جو بہت لطیف دھویں کی طرح کا دکھائی دیتا ہے۔ جو ہمارے ظاہری جسم پر چاروں طرف لپٹا ہوا ہے۔روح کا تعلق دونوں جسموں سے اسوقت بھی قائم ہے۔اس جسم مثالی کو نفس انسانی بھی کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ یہ جسم دھویں کی طرح لطیف ہوتا ہے اور ہم سے اسقدر مشابہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ فلاں انسان ہے۔آج تو اسکی تصویریں خاص قسم کے کیمرے سے لی جاسکتی ہیں۔ یہ جسم مثالی مختلف رنگوں کا دکھائی دیتا ہے۔انسان کے جسم مادی میں اگر کوئی بیماری ہوتی ہے تو وہ تین دن پہلے جسم مثالی کو لاحق ہوتی ہے۔انسان کے مرنے سے تین دن پہلے یہ جسم مثالی بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس جسم مثالی کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور ان رنگوں کا دارومدار انسان کے مال و دولت اولاد عہدے اور صحت پر نہیں ہوتا بلکہ اسکے اخلاقی اوصاف و کردار پر ہوتا ہے۔ جو لوگ اس جسم مثالی کا رنگ دیکھ سکتے ہیں وہ انسان کے اخلاقی خواص کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔ جس وقت انسان کی موت واقع ہوتی ہے۔اس وقت روح کا تعلق ظاہری مادی جسم سے کٹ جاتا ہے۔اسی لئے یہ جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ مگر اس وقت انسان خود کو جسم مثالی میں متحرک اور محسوس حالت میں پاتا ہے۔اس وقت وہ عالم برزخ میں ہوتا ہے اور اسکو اپنی حالت سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا اسکی

حالت اچھی ہے یا بری۔ اسکا دارومدار اسکے تصورات یعنی ایمان وعمل پر ہوتا ہے۔

## موت کی تیاری:۔

اسی لئے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ" موت کی تیاری یہ ہے کہ (۱) ان فرائض کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے جو خداوند عالم نے ہم پر فرض کیے ہیں۔ (۲) جن باتوں سے روکا ہے ان سے بچنا ضروری ہے۔ (۳) اور اعلیٰ اخلاقی صفات اپنے اندر پیدا کیے جائیں۔ جب یہ تین کام ہو جائیں تو پھر انسان پرواہ نہ کرے کہ موت اسپر آپڑے یا وہ موت پر جا پڑے"۔

قرآن مجیدؐ میں اسکا فارمولا ۲ لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا" جس شخص کو بھی اس بات کا خوف یا احساس ہے کہ اسے اپنے پالنے والے مالک سے ملاقات کرنی ہے، اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ "عمل صالح" (نیک کام) انجام دے۔ (اسطرح کہ) اپنے پالنے والے مالک کی غلامی (کامل اطاعت) کرے مگر اس میں کسی کو شریک نہ کرے"۔ (القرآن سورہ کہف کی آخری آیت)

"عمل صالح" کی مزید تشریح حضرت علیؑ نے یوں فرمائی ہے کہ اسکے تین ارکان ہیں۔ (۱) فرائض کا ادا کرنا۔ (۲) حرام کاموں سے بچنا۔ (۳) اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا کرنا۔ فرائض کا ادا کرنا شان بندگی ہے۔ حرام کاموں سے بچنا عملی شکر ہے یعنی خدا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرنا چاہیئے بلکہ حقیقی شکر یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے اور اسکا طریقہ ان فرائض کو ادا کرنا ہے جو خدا نے ہم پر لازم قرار دئے ہیں۔ اور اچھے اخلاق پیدا کرنے

سے ہم خدا کے پسندیدہ بن سکتے ہیں اور خدا کی رضا مندیاں حاصل کر سکتے ہیں جو انسان کی تکمیل کی معراج ہے۔

رہا یہ سوال کہ انسان کو دوسری زندگی اور دوسرا جسم کیسے مل سکتا ہے؟ اسکا قرآن مجید نے نہایت منطقی جواب دیا ہے۔ فرمایا انسان دیکھ ہم نے اسکو ایک ٹپکے ہوئے حقیر قطرے سے بنایا ہے اسکے باوجود وہ (ہم سے) جھگڑ رہا ہے اور وہ احمق ہم ہی پر مثالیں کس رہا ہے اور خود اپنی ہی تخلیق کو بھلا بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جو کھوکھلی ہو چکی ہیں؟ آپ فرمادیں کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انکو پہلے پہل (لاشیئے سے) بنایا تھا۔ (کیونکہ) وہ ہر چیز کو بنانا خوب جانتا ہے، جو سرسبز درخت سے آگ کو نکال سکتا ہے جسے تم خود سلگا لیتے ہو۔ کیا جس نے زمین آسمان (جیسی عظیم چیزوں کو) بنایا وہ بھلا ان جیسوں کو دوبارہ نہیں بنا سکتا؟ کیوں نہیں بنا سکتا؟ جبکہ وہی تو (تمام چیزوں کا) اصلی بنانے والا ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی ہے۔ سو پاک ہے وہ ذات جو ہر نقص سے، جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم اسکی طرف (ضرور) لوٹ کر جاؤ گے"۔ (القرآن سورہ یاسین ۷۷ سے ۸۳)

## مشاہدہ کا استدلال

اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنی اصلیت ہی کو یاد نہیں رکھتا وہ ایک ناچیز قطرہ تھا۔ خدا نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ اسی حقیر و نجس پانی کے قطرے میں وہ زور اور قوت پیدا کر دی کہ وہ خدا سے جھگڑنے اور اس پر باتیں بنانے لگا۔ اپنی حد سے بڑھ کر اپنے خالق کے مقابلے پر خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اللہ کی ذات وصفات اور قدرت پر

نقرے کس رہا ہے۔ اگر وہ صرف اپنی اصلیت اور پیدائش ہی پر غور کرلے تو سمجھ سکتا ہے کہ جو پہلی مرتبہ انسان کی ہڈیوں میں جان ڈال سکتا ہے وہی خدا دوسری مرتبہ کیوں جان نہیں ڈال سکتا؟ کیونکہ پہلے پہل کسی چیز کو عدم سے وجود میں لاکر اس میں جان ڈالنا کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ پھر بھلا اس قادر مطلق کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ دوسری مرتبہ اس میں جان ڈال دے۔ اور اس جسم کے بجائے دوسرا جسم مثالی عطا فرمادے۔ جو خدا سرسبز وشاداب درخت بناتا ہے پھر اسکو سکھا کر ایندھن لکڑی بنادیتا ہے جس سے تم آگ نکال رہے ہو، تو جو خدا متضاد صفات کو ادل بدل سکتا ہے، کیا وہ موت حیات کے الٹ پھیر پر قادر نہ ہوگا؟ کیا وہ ایک جسم کے بجائے دوسرے جسم مثالی میں روح کو قائم نہیں کرسکتا؟ پھر جسم مثالی کا تعلق دوبارہ جسم مادی سے نہیں جوڑ سکتا؟ جو خدا آسمان اور زمین جیسی عظیم چیزیں صرف ایک اشارے پر بنا سکتا ہے، اسکے لئے جسم مادی سے روح کا تعلق کاٹ کر صرف جسم مثالی سے تعلق قائم رکھ دینا کیا مشکل کام ہے؟ اور پھر دوبارہ روح کا تعلق جسم مادی سے دوبارہ قائم کردینا کیوں دشوار ہوگا؟

(شیخ الاسلام عثمانی)

## دوسری زندگی ہماری فطرت کا تقاضا ہے:۔

(۱) اگر انسان فنا کے لئے پیدا کیا گیا ہوتا تو وہ فنا کا عاشق ہوتا۔ موت سے لطف اندوز نہ ہوتا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فنا ہوجانے کے تصور سے بھی نفرت کرتا ہے۔ اسی لئے جو شخص موت کو فنا سمجھتا ہے وہ موت سے بھاگتا ہے۔ ہمیشہ سے انسان ہمیشہ رہنے کا شیدائی ہے۔ اسی لئے بہت پرانے زمانے میں مردوں کے جسموں کو باقی رکھنے

کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ اہرامِ مصر کی مومیائی لاشیں، آبِ حیات کا تصور، بقا کے ساتھ انسان کے عشق کی دلیلیں ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے وجود کے اندر ہر چیز کسی حساب کے ماتحت پیدا کی گئی ہے۔ ہمارے اندر باقی رہنے کی جو محبت ہے، وہ بتا رہی ہے کہ زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کیونکہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہماری فطرت میں پیاس ہے تو خارج میں پانی بھی موجود ہے۔ اگر ہمارے اندر جنسی خواہشات ہیں، تو جنس مخالف بھی موجود ہے۔ بھوک لگتی ہے تو اناج بھی موجود ہے۔ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں تو دوائیں بھی موجود ہیں۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ جب ہمارے اندر بقا کی خواہش موجود ہے تو لازمی طور پر زندگی کو باقی رکھنے کے انتظامات بھی موجود ہوں گے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہم اپنی فطرت میں اس بات کو موجود پاتے ہیں کہ ہمارے اندر اندرونی عدالت کا نظام موجود ہے جسے ہم وجدان یا ضمیر کہتے ہیں۔ ہر انسان جب اچھا کام کرتا ہے تو اپنی فطرت وجود وجدان یا ضمیر کے اندر سکون و اطمینان محسوس کرتا ہے۔ ایسا سکون اور ایسی خوشی جو ناقابلِ بیان ہے۔ اسکے برعکس ہر انسان جرائم کرنے کے بعد اپنے وجود کے اندر پریشانی، بے چینی اور بے سکونی محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی بے سکونی کی وجہ سے خودکشی تک کر لیتا ہے۔ یا خود کو سولی کے حوالے کر دیتا ہے کیونکہ وہ اسی کو وجدان یا اپنے ضمیر کے شکنجے سے رہائی کا سبب سمجھتا ہے۔

اس صورتحال میں انسان خود سے پوچھنے پر مجبور ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھ جیسے چھوٹے سے وجود کے اندر تو عدالت جیسا مکمل نظام موجود ہو، لیکن یہ عظیم

کائنات عالم ہر قسم کی عدالت کے نظام سے خالی ہو؟

یہی انسان کی وہ فطرت ہے جسکی وجہ سے انسان یہ بات ماننے پر مجبور ہے کہ ضرور کوئی نظام عدالت ہے جو کائنات عالم میں عدل کو نمایاں کرے گا۔

(۳) خداوند عالم نے فرمایا" کائنات عالم کی تخلیق کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ خدا ہر شخص کو جو کام اس نے (دنیا میں) انجام دیئے ہیں اسکی جزا دے، خدا بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (القرآن سورہ ابراھیم ۵۱)

یہ حساب اتنا تیزی سے ہوگا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا" خدا چشم زدن میں سب مخلوقات کا حساب چکا دے گا۔ (جس طرح وہ ایک ساتھ سب کو رزق دے رہا ہے) (مجمع البیان)

اس نظام عدل کی طرف ہمیں خاص طور پر متوجہ کیا گیا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا" اس دن سے ڈرو کہ جس دن کسی شخص کو کسی دوسرے کی جگہ بدلہ نہیں دیا جائے گا اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ کوئی فدیہ یا تاوان قبول ہوگا، اور نہ ہی کوئی شخص اسکی مدد کے لئے آئے گا"۔ (القرآن بقرہ ۴۸)

نیز فرمایا" جہنم کی آگ کا مزہ چکھو کیونکہ تم نے آج کے دن کی (خدا سے) ملاقات کو بھلا دیا تھا"۔ (یعنی مقصد زندگی ہی کو بھلا دیا تھا)

(القرآن)

## برہان حکمت:۔

دوسری زندگی کا علمی اور عقلی ثبوت یہ ہے کہ اگر ہم اس دنیا کی زندگی کو دوسری

آنے والی زندگی سے بغیر تصور کریں، تو یہ دنیا کی زندگی لغو اور بے معنی ہو جائے گی۔ یہ ایسی ہی بے معنی ہوگی جیسے ہم یہ سمجھیں کہ بچہ ماں کے رحم میں بنایا گیا اور اسکا ماں کے پیٹ ہی میں گلا گھونٹ دیا گیا۔ پھر بھلا کیا منطق ہوئی کہ ہم ۶۰ ۔ ۷۰ سال دنیا کی زندگی کی مشکلات میں گھرے رہیں اور جب ہم تجربہ کار اور کامیاب ہوں تو زندگی ختم ہو جائے۔ تو پھر آخر ہم کس لئے زندگی گزار رہے ہیں؟ کچھ کھانا کھانے کے لئے، چند گز کپڑے پہننے کے لئے، بار بار سونے اور جاگنے کے لئے؟ یہی کام برسوں دہراتے رہنے کے لئے؟ اس لئے اگر دوسری زندگی کا وجود نہیں ہے تو یہ دنیا کی زندگی بالکل لغو اور بے کار ہے۔ قرآن نے اس بات کو یوں فرمایا ہے کہ:

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو فضول اور بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے؟" (مومنون ۱۱۵)

دنیا کی زندگی صرف اسی وقت بامعنی ہو سکتی ہے کہ جب دنیا کو آخرت کی کھیتی مانا جائے۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "یہ دنیا اس شخص کے لئے جو اسکے ساتھ سچائی سے پیش آئے، سچائی کی جگہ ہے۔ اور اس شخص کے لئے جو اس سے کچھ فہم حاصل کرے، عافیت کا گھر ہے۔ اور اس شخص کے لئے جو اس سے زاد راہ (سامان سفر) حاصل کرے، بے نیازی کا گھر ہے۔ اور اس شخص کے لئے جو اس سے نصیحت حاصل کرے، وعظ و نصیحت کا گھر ہے۔ یہ خدا کے دوستوں کی مسجد ہے۔ فرشتوں کی جائے نماز ہے۔ وحیٔ الٰہی کے اترنے کی جگہ ہے۔ اور خدا کے دوستوں کے لئے تجارت خانہ ہے۔

(نہج البلاغہ کلمات قصار ص ۱۳۱)

یعنی اس دنیا میں خدا کے دوست، خدا کی محبت اور رضا مندی کماتے ہیں، اسلئے اس دنیا کی زندگی کا مطالعہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ایک اور زندگی کا افق ضرور موجود ہے۔ خدا نے فرمایا "تم خود اس پہلی والی زندگی کی پیدائش کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ چکے ہو۔ پھر کیوں نہیں سوچتے (کہ دوسری زندگی ضروری ہے)۔

(سورہ واقعہ ۶۲)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

## برھان ہدف:۔

مادہ پرستوں کے نظریات کے برخلاف انسان کی خلقت میں ایک ہدف اور مقصد کارفرما ہے۔ جسے فلسفی "تکامل وارتقا" کہتے ہیں اور جسے قرآن "قرب خداوندی" یا "رضائے خدائے وندی" اور "عبادت وبندگی" کہتا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا "میں نے جنات اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر صرف اس مقصد کے لئے کہ وہ میری غلامی (عاجزانہ کامل اطاعت) کریں"۔ (ذاریات ۵۶)

نیز فرمایا "خدا کی ناراضگی سے بچنے والے متقین جنت کے سرسبز وشاداب گھنے باغوں اور نہروں میں ہوں گے، وہ اس صاحب اقتدار بادشاہ (خدا) کے پاس جو ہر چیز پر قادر ہے، عزت کے مقام پر ہوں گے"۔ (القرآن سورہ قمر)

اگر موت ہر چیز کے ختم ہو جانے ہی کا نام ہے تو پھر انسان کی تکمیل کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟ اسلئے لازمی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہوتا کہ انسان کا سفر کمال جاری وساری رہے۔ تا کہ اس دنیا کی بوئی ہوئی کھیتی انسان وہاں کاٹے۔ اسلئے

مقصد تخلیق کا حصول دوسری زندگی کو ماننے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر دوسری زندگی نہیں ہے تو پھر ہر چیز معمہ، بے مقصد، مہمل یا لغو ہے۔ اور پھر ہمارے پاس کسی کیوں کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ پھر یہ پوری زندگی بے معنی، بے مقصد اور مہمل ہو کر رہ جائے گی۔

## برہان نفی اختلاف:۔

دنیا میں لوگوں میں بلا کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر انسان کی آرزو ہے کہ اختلافات ختم ہو جائیں اور حقیقتیں واضح ہو جائیں۔ اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا ''خدا ان تمام چیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں، قیامت کے دن فیصلے کر دے گا''۔ (القرآن سورہ بقرہ ۱۱۳)

قیامت اور حیات بعد الموت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ منکرین حق جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ (القرآن سورہ نحل)

## موت پر فتح حاصل کرنے کا طریقہ:۔

فطرت کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ ہر چیز کا جواب اور علاج موجود ہے۔ بھوک لگتی ہے تو روٹی موجود ہے۔ پیاس لگتی ہے تو پانی موجود ہے۔ جنسی خواہشات ستاتی ہیں تو جنس مخالف موجود ہے۔ امراض آتے ہیں تو دوائیں موجود ہیں۔ سردی گرمی کیلئے لباس بنانے کا سامان موجود ہے۔ جب ہر مسئلے کا حل اور ہر مرض کی دوا موجود ہے، تو پھر موت کا جواب کیا ہے؟ موت کا جواب دوا یا ڈاکٹر نہیں، دوا ڈاکٹر مرض کا جواب ہیں، موت کا جواب خالق موت نے بتایا ہے کہ فرمایا:

"جسکو خوف ہے کہ اسکو ایک دن اپنے پالنے والے مالک سے ملاقات کرنی ہے اسکو چاہیئے کہ نیک اعمال (عمل صالح) انجام دے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسکی غلامی یا اطاعت میں اپنے مالک کے سوا کسی کو شریک نہ کرے"۔ (القرآن کہف آخری آیت)

## عمل صالح کی حقیقت:۔

انسان کا ہر عمل اصل میں اسکی خودشعوری (روح یا عقل) کا عمل ہوتا ہے، جسم کا نہیں۔ انسان کی خودشعوری جسم کو عمل کیلئے آلے کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول خداؐ نے فرمایا "انما الاعمال بالنیات" اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی ہے۔ اسلئے ہر عمل حقیقت میں ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ اور ہر ذہنی کیفیت خودشعوری کو یا تو خدا سے قریب لاتی ہے یا خدا سے دور لے جاتی ہے۔ جو کیفیت خودشعوری کو خدا سے قریب لاتی ہے، وہ اسکو راحت اور سکون پہنچاتی ہے اور جو کیفیت خدا سے اسے دور لے جاتی ہے، وہ روح کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

گناہ کی زندگی سے خودشعوری قرب خدا کی رکاوٹوں میں گھر جاتی ہے۔ اسلئے پھر وہ منزل مقصود تک جانے کیلئے ارتقا نہیں کر سکتی۔ موت کا تجربہ اسکے لئے سخت تکلیف دہ ہو جاتا ہے کیونکہ موت خدا کی طرف پلٹنے کا نام ہے۔ جبکہ خودشعوری خدا سے بہت دور ہو چکی ہوتی ہے۔ اب جو خودشعوری گناہوں کو ہٹا کر نیکیوں کی طرف بڑھ جاتی ہے وہ دنیا کی زندگی ہی میں ارتقائی منزلیں طے کر لیتی ہے۔ لیکن جو خودشعوری دنیا میں نیکیوں کی طرف نہیں بڑھتی اور گناہوں میں گھری رہتی ہے، اسکی جدوجہد اگلی دنیا میں جاری رہتی ہے۔ لیکن اسوقت یہ جدوجہد دنیائے برزخ میں انجام پاتی ہے۔ اس لئے خود

شعوری قرب خدا کے حصول کی جدوجہد یعنی اپنے ارتقا کو ملتوی تو کرسکتی ہے لیکن اس سے بچ نہیں سکتی۔ مگر اس کوشش کے دنیا میں ملتوی کرنے پر اسے بڑی سخت تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ متواتر گناہ کرنے والا محسوس کرسکتا ہے کہ نیکی کی زندگی کی طرف لوٹنا اسکے لئے دن بدن مشکل تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر کار اسکی خودشعوری اور نیکی کے درمیان ایسی رکاوٹ حائل ہوجاتی ہے جسے عبور کرنا اسکے لئے ممکن ہی نہیں رہتا۔ اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا" اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توبہ (یعنی) خدا کی طرف لوٹنا ان لوگوں کے لئے ممکن ہے جو نہ جاننے کی غلطی کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں اور پھر جلدی سے گناہ کی زندگی سے واپس لوٹ آتے ہیں"۔ (القرآن)

نیز فرمایا "خدا کے بندے تو وہ ہوتے ہیں کہ جب کسی بے حیائی کا کام کرکے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو اپنے برے کام پر بار بار اصرار نہیں کرتے۔ (یعنی اسکو دوبارہ انجام نہیں دیتے) (القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی سب سے بڑی ناکامی اور شکست یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں گناہ کی رکاوٹوں کے خلاف جدوجہد نہ کرے کیونکہ اگلی دنیا میں گناہوں کے ازالے کیلئے اسے بہت زیادہ دکھ اور رنج اٹھانا پڑے گا۔ یہ لوگ موت کے بعد دوزخ برزخی سے اپنا ارتقا شروع کریں گے۔ یہ دوزخ دنیا میں تو خودشعوری کو جنت معلوم ہوتی ہے، مگر خودشعوری اپنی دوزخ کا پوری طرح سامنا اس وقت کرتی ہے جب خدا سے دوری کی حالت میں اسکی دنیاوی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ جب گناہوں کی کیفیت لئے ہوئے خودشعوری دوسری دنیا میں پہنچتی ہے تو اس پر رنج وغم کی بدترین کیفیت طاری

ہوتی ہے۔ اسلئے کہ اس دوسری دنیا میں کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہ سکتی۔ شیطان کا تزئین اعمال کا عمل ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ تمام جھوٹی تسلیاں یک قلم موقوف ہو چکی ہوتی ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"انہوں نے (مرتے ہی) عذاب کو اپنے سامنے دیکھ لیا اور (غلط فہمیوں کے) تمام اسباب ان سے کٹ گئے"۔ (القرآن)

"اور وہ جھوٹ جو انہوں نے گھڑا تھا ان سے غائب ہو گیا"۔ (یعنی جھوٹے خدا اور غیر خدا کے سہارے کٹ گئے) (القرآن)

ایسے انسان کو ذہنی تکلیف کی وجہ سے بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ جلتی آگ میں جھونک دیا گیا ہے۔ کیونکہ اگلی دنیا میں انسان کی ہر ذہنی کیفیت ایک خارجی حقیقت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بالکل اسی طرح جسطرح دنیا میں خارجی حقیقتیں ذہنی کیفیت اختیار کر لیا کرتی ہیں۔

اب وہ شخص جو دنیا کی زندگی میں خدا کی محبت اور اطاعت کی کوششیں کرتا رہتا ہے، وہ گناہوں کی رکاوٹوں پر قابو پالیتا ہے اسطرح اطاعت الٰہی کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اسکے وجود میں خدا کی محبت بڑھتی رہتی ہے۔ ایسی خود شعوری جب موت کا ذائقہ چکھ کر اگلی دنیا میں پہنچتی ہے تو خدا کی محبت کے راستے کی تمام مشکلیں اور رکاوٹیں اسکے لئے ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسکی مسرتیں ایسے کمال کو پہنچ جاتی ہیں جنکا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے "کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اسکے لئے وہاں مہیا کیا گیا ہے"۔

(القرآن)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ''جنت میں وہ مسرتیں، لذتیں، راحتیں اور نعمتیں ہوں گی کہ نہ کسی کان نے سنیں ہوں گی اور نہ کسی انسان نے انکا تصور کیا ہوگا''۔

(الحدیث)

اسلئے موت کے وقت خدا کا سچا ماننے والا عاشق مسرت کی ایسی جھلک پاتا ہے کہ وہ خوشی سے سراسر بھر جاتا ہے۔ اسکے چہرے پر اطمینان اور راحت کی ایک عجیب کیفیت نمودار ہو جاتی ہے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست (اقبال)

(مردِ مومن کی ایک نشانی تجھے بتائے دیتا ہوں کہ جب اس پر موت آتی ہے تو اسکے لبوں پر تبسم کھیل رہا ہوتا ہے)

پھر اسکی مسرت اور اسکا ارتقا بغیر کسی جدوجہد کے ازخود ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ یہی وہ مسرت ہے جسکے حاصل ہو جانے کے بعد انسان کے دل میں کسی اور چیز کی تمنا ہی باقی نہیں رہتی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ محبوب حقیقی کے حسن اور عطاؤں کی تازہ بہ تازہ جھلک سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ ہر قدم اسکو اگلا قدم اٹھانے کی طاقت از خود فراہم کرتا رہتا ہے۔ اور اسطرح اسکا ارتقا مسلسل جاری رہتا ہے۔

برکلے، ہیگل، کروچے، جنٹیلے جیسے عظیم فلسفیوں اور ایڈنگٹس جیسے عظیم سائنسدانوں نے یہ بات مان لی ہے کہ دنیا میں اگر کسی چیز کی موجودگی کا ہمیں یقین

کامل ہوسکتا ہے تو وہ ہماری ذہنی کیفیتیں ہیں۔ اسی لئے اگلی دنیا میں ہماری ذہنی کیفیتوں کے سوا فی الحقیقت کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ اگلی زندگی ہماری ذہنی کیفیتوں کی تصویر ہوگی۔ یعنی اگلی دنیا میں ہماری خودشعوری اپنی ذہنی کیفیتوں کو خارجی شکل دے گی اور ایسا کرتے ہوئے ان اشیاء کو کام میں لائے گی جو اس دنیا میں اسکے تجربہ میں آچکی ہوں گی۔ اسی لئے اہل جنت کہیں گے کہ یہ تو وہی نعمتیں ہیں جو ہمیں دنیا میں بھی دی گئی تھیں۔ حقیقتاً وہاں کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے ملتی جلتی ہوں گی۔ (القرآن)

## مثال:۔

جسطرح ہم سوتے ہوئے خواب میں اپنی ذہنی کیفیت کی وجہ سے دیکھتے، سنتے، چھوتے، سونگھتے، سوچتے، حرکت کرتے، جانتے اور محسوس کرتے ہیں، جبکہ ہمارا جسم بے حس اور بے حرکت پڑا رہتا ہے اور ہماری ظاہری قویٰ موقوف ہو چکے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح موت کے بعد ہمارے ظاہری قویٰ ہم سے الگ ہو چکے ہوں گے، لیکن ہم اپنی ذہنی کیفیت میں دیکھیں گے، سنیں گے، بولیں گے، محسوس کریں گے، حرکت کریں گے، سوچیں گے، جانے پہچانیں گے۔ ہماری ذہنی کیفیتیں خارجی وجود اختیار کرلیں گی اور وہاں کی تمام چیزیں دنیا کی چیزوں سے کہیں زیادہ اصلی حقیقی اور ٹھوس ہوں گی۔

اسی لئے مرنے کے بعد ہر خودشعوری اپنی ایک الگ دنیا میں ہوگی جسے وہ اپنی ہی ذہنی کیفیتوں سے خود تعمیر کرے گی۔ ہر خودشعوری اپنی مختلف جنت یا دوزخ میں داخل ہوگی۔ یہ جنت دوزخ وہی ہوگی جو اسنے خود اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے لئے اپنے افکار

واعمال سے تیار کی ہوگی۔

## مدارج ارتقا:۔

سب سے پہلے جب انسان خدا کو پہچان لیتا ہے تو خود شعوری اپنے ارتقا کے راستے پر پہلا قدم رکھتی ہے۔ پھر اسکا یہ طلب حسن کا احساس ۲ طرح سے اظہار پاتا ہے۔(۱) ذکر و حمد، تلاوت و مطالعہ کے ذریعہ انسان اللہ کی ذات وصفات اور اسماء حسنہ پر غور کرتا ہے۔ پھر ان اسماء حسنہ کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یعنی خدا کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور اسکے صفات و اخلاق کی جھلک اپنے اندر پیدا کرنے کی کوششیں کرتا ہے۔ بس اسی کو عبادت کہتے ہیں اور یہی انسان کی سیر تکامل اور ارتقا کا سفر ہے۔

(۲) شروع شروع میں خدا کی معرفت اور محبت کمزور ہوتی ہے اسلئے خدا کے احکامات پر عمل کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جذبۂ حسن کا انسان پر اسقدر تصرف یا قبضہ نہیں ہوتا کہ اسکے سارے کے سارے اعمال کا سرچشمہ بن جائے یعنی خدا کی محبت اسکے سارے وجود پر چھا جائے۔

یعنی انسان شروع میں اپنے آدرش (مقصد نیت) کے تصرف میں پوری طرح نہیں آتا۔ اسکا کچھ حصہ دوسرے تصورات یا آدرش (مقاصد) کے تصرف میں رہتا ہے۔ اسلئے اسکے سارے کام اور سارے اعمال صحیح آدرش کے تقاضوں کے عین مطابق سرزد نہیں ہوتے۔ ایسے ہی موقع پر انسان غلطیوں اور گناہوں کو اختیار کرلیتا ہے۔

ایماں مجھے کھینچے ہے تو روکے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے آگے ہے، کلیسا مرے پیچھے

(غالب)

لیکن جس قدر انسان ذکر وفکر، نماز وتلاوت کے ذریعہ خدا کے اسماء حسنہ اور آیات الٰہی پر غور وفکر کرتا جاتا ہے، اسی قدر اسکے احساس حسن اور خدا سے محبت اور تعلق میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی تعلق اور [illegible] وجہ سے وہ پوری طرح اپنے صحیح آدرش کے تقاضوں پر عمل کرنے لگتا ہے۔ یعنی خدا کی عملاً اطاعت کامل کرنے لگتا ہے۔ اسکی خود شعوری خدا سے محبت کا اظہار پا کر طاقتور ہوتی چلی جاتی ہے۔ آخر کار اسکی توجہ کا مرکز خدا کے اسماء حسنہ، اسکی مرضی، اسکی محبت اور اطاعت ہو جاتے ہیں۔ اسطرح کہ خدا کی معرفت کی وجہ سے خدا کی محبت اور اطاعت کا تعلق اسکے پورے وجود میں سما جاتے ہیں۔ اب اسکا جذبہ حسن پوری طرح تسکین پاتا ہے۔ اس عمل سے خود شعوری کی خدا (آدرش) سے محبت اور قوی تر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ خدا سے محبت کے تقاضوں کو خوب سمجھتا ہے اور پورا کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر اسکی محبت اور اطاعت خالص اور محکم ہوتی جاتی ہے۔ بس یہی انسان کے ارتقا کی معراج ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان کی خود شعوری اپنی مراد کو پہنچ جاتی ہے۔ یعنی اسکا خالق اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ پھر اسکو خدا کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ "خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے"۔

(القرآن)

اسی مقام پر انسان کا ہر عمل اسکی زندگی اور موت عبادت، اطاعت، ریاضت

محبت ب کی سب صرف اور صرف اللہ کی خوشی حاصل کرنے کیلئے وقف ہو جاتی ہے۔ یہی وہ منزل ہے کہ خود شعوری خود آپ کو پالیتی ہے۔ یہی انسان کا تزکیہ، فلاح اور نفس مطمئنہ ہے۔ اس حالت میں انسان حقیقتاً جنت کے اندر ہوتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے" جس نے اپنی جان کو (غلط کاموں اور مقاصد سے) پاک کرلیا، وہ کامیاب ہوگیا"۔ (القرآن)

ایسے ہی انسان کو موت کے وقت ملک الموت یہ آیت سناتے ہیں" اے مطمئن جان! اپنے پالنے والے مالک کی طرف لوٹ جا۔ تو مجھ سے راضی ہے، میں تجھ سے راضی ہوں۔ اب میرے (خاص) غلاموں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا"۔ (یعنی میرا مقرب یا پسندیدہ بن جا) (القرآن)

اس مقام پر پہنچ کر خود شعوری کو بے حد مسرت حاصل ہوتی ہے۔ پھر خود شعوری خدا کی معرفت اور محبت کی وجہ سے از خود ترقی ہی کرتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اس میں خدا کی محبت کمال کو پہنچتی ہے، تو یہ لطف و سرور بھی اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت انسان اپنے مطلوب حقیقی یعنی خدا کی طرف شدید کشش کا جذبہ محسوس کرتا ہے۔

اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ خدا کی محبت میں کھو چکا ہے۔ اسکو خدا اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ پھر وہ خدا کی محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں زبردست لذت محسوس کرتا ہے۔ اسی کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ پھر وہ خود کو خدا کی محبت اور اطاعت کیلئے وقف کردیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا" کہو میری نماز، میری عبادت، میری زندگی،

میری موت اللہ کے لئے کہ جو عالمین کا پالنے والا مالک ہے"۔

(القرآن)

اس طرح وہ مجازی طور پر خدا کے نائب کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ پھر وہ خدا کی ہر عطا کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ وہ صرف خدا کی خوشی حاصل کرنے کیلئے خدا کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ خدا کی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ ایسا کرنے کیلئے وہ اپنے اندر زبردست خواہش اور محبت محسوس کرتا ہے جس سے وہ خود کو روک تک نہیں سکتا۔

کشاں کشاں لئے جاتی ہے آرزوئے وصال
کشاں کشاں ترے نزدیک آئے جاتے ہیں

اس حقیقت کو خداوند عالم نے اہل بیتؑ رسولؐ کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ "وہ لوگ خود بھوکے رہتے ہوئے خدا کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں (اس احساس کے ساتھ) کہ ہم تمہیں صرف اللہ کیلئے کھانا کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے کسی قسم کا بدلہ، حتیٰ کہ شکریہ تک نہیں چاہتے"۔

(القرآن، سورہ دہر)

جب انسان خدا سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے تو فرائض سے آگے بڑھ کر نوافل یعنی وہ اچھے کام بھی انجام دیتا ہے جو اس پر فرض نہیں کئے گئے ہیں یعنی فرائض سے بھی زیادہ نیک کام وہ اپنی خدا سے محبت اور شوق اطاعت سے انجام دینے لگتا ہے۔ اسطرح مومن کا خدا سے تعلق اور محبت فرائض کے ادا کرنے کے بعد، نوافل ادا کرنے سے اور

ترقی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ خدا فرماتا ہے:۔ جب میرا بندہ نوافل (فرض سے زائد کام) میری اطاعت میں کرتا ہے تو پھر میں خود اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑ سکتا ہے۔ میں اسکے پیر بن جاتا ہوں جس وہ چلتا ہے، میں اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ جود) (حدیث قدسی)

اسی کو عرفاء مقام وصل کہتے ہیں۔ یہ کمال قرب ہے۔ یہ وہ منزل ہے جہاں انسان کا ہر عمل عین خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اب جوں جوں انسان خالق سے عملی تعاون کرتا چلا جاتا ہے، اسکی خود شعوری کی مخفی قوتیں اجاگر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور اسکی خدا سے محبت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اب اسکو اپنی بری خواہشات کی مخالفت کی مزاحمت سے خاص پریشانی نہیں ہوتی۔ یعنی مزاحمت بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اب اسکو خدا کی اطاعت میں لطف آنے لگتا ہے۔ اسی کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ اسلئے انسان کو چاہیئے کہ خدا اور رسولؐ کے دیئے ہوئے علم سے فائدہ اٹھا کر سب سے پہلے (۱) خدا کو پہچانے۔ جسقدر وہ خدا کے اسماء وصفات وآیات پر غور کرے گا اسی قدر خدا کو پہچانے گا۔ کائنات عالم کی تخلیق پر جسقدر غور کرے گا اسی قدر وہ خدا کی قدرت، رحمت، عظمت و جلالت کو پہچانے گا۔ (۲) اسی قدر وہ خدا سے محبت اور اطاعت کرے گا۔ (۳) غلط تصورات اور غلط آدرش (مقاصد حیات) کی محبت سے محفوظ رہے گا۔ (۴) پھر جب خدا کی معرفت اور محبت کی وجہ سے خدا کی عملاً اطاعت کرتا ہے تو اسکا حقیقی ارتقا

کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ خدا کی صفات وکمالات سے زیادہ سے زیادہ فیض پالیتا ہے۔ خدا کی صفات وکمالات کو اپنی ذات کے اندر سمو لیتا ہے۔ اس منزل پر وہ خدا کا خلیفہ مجازی اور کامل عبد بن جاتا ہے۔ پھر ہم جوں جوں اپنے اندر خدا کے صفات حسنہ کی عکس یا جھلک پیدا کرتے چلے جاتے ہیں، اسی قدر ہم خدا سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور خدا کے اس تصور کو مکمل کرتے جاتے ہیں جو اس نے ہمارے لئے بنا رکھا ہے۔

پھر جب وہ کائنات عالم کو دیکھتا ہے تو اسے صاف صاف صرف اور صرف ایک خدا کا ہاتھ اور جلوہ دکھائی دیتا ہے جو ہر جگہ ہر کام انجام دے رہا ہوتا ہے۔ اسطرح وہ عظیم حقیقت کو پالیتا ہے کہ طاقت، علم، کمال، جمال، غربت، دولت، خوشی، سکون، نفع، نقصان سب کا سب صرف اور صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے تمام لوگ صرف اور صرف وسیلے یا کل پرزے ہیں۔ اسکے سوا انکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ بات جان لینے کے بعد انسان کسی دوسری طاقت کے تسلط کو اپنے اوپر قبول نہیں کرتا۔ پھر وہ ہر بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ صرف خدا کی محبت، تعلق اور اطاعت کو ہر کمال سے بڑا کمال سمجھتا ہے۔ یہی کلمہ لاالٰہ کا مفہوم ہے۔ یہی انسان کی تکمیل ہے اور یہی موت کی بہترین تیاری ہے۔ اسلئے کہ خدا کی محبت کی وجہ سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ قرآن میں خداوند عالم نے فرمایا ہے "تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کروں گا"۔ (القرآن)

جب خدا صرف یاد کرنے پر بندے کو یاد کرتا ہے تو بندے کے محبت کرنے پر

اپنے بندے سے کتنی محبت کرے گا؟ معلوم ہوا کہ خدا سے محبت کرنے والا بندہ، جب خدا کی عملاً اطاعت بھی کرتا ہے تو اپنی خدا سے محبت کو ثابت کردیتا ہے، پھر وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ پھر موت کے معنی اپنے محبوب و معشوق سے ملاقات کرنا ہو جاتا ہے۔ محبوب حقیقی سے ملاقات ایک لذیز ترین تجربہ ہوتا ہے۔ اسلئے امام حسنؑ نے فرمایا ہے کہ ''موت کا لمحہ مومن کیلئے لذیز ترین تجربہ ہوتا ہے''۔

مرگِ مومن چیست ہجرت سوئے دوست
ترکِ دنیا اختیارِ کوئے دوست

(اقبال)

(مومن کی موت کیا ہے؟ دوست کی طرف چلا جانا
دنیا کو چھوڑ دینا اور دوست کی گلی کو اختیار کر لینا ہے)

اسی لئے جب حضرت ابراهیمؑ کے پاس موت کا فرشتہ آیا تو اس نے ابراهیمؑ سے کہا کہ میں ملک الموت ہوں اور تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں۔ تو حضرت ابراهیمؑ نے اس سے پوچھا کہ تم کو کس نے بھیجا ہے؟ ملک الموت نے کہا مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ حضرت ابراهیمؑ نے فرمایا: خدا تو مجھے اپنا دوست بنا چکا ہے، کیا بھلا دوست دوست کو مارتا ہے؟ ملک الموت نے جا کر خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کی کہ ابراهیمؑ نے آپ سے پوچھا ہے کیا دوست دوست کو مار ڈالتا ہے؟ خداوند عالم نے ملک الموت سے فرمایا کہ جاؤ اور ابراهیمؑ سے پوچھو کہ کیا دوست دوست کو ملاقات کیلئے بلائے تو دوست ملاقات کیلئے آنے سے انکار کیا کرتا ہے؟ یہ سن کر ابراهیمؑ فوراً موت کیلئے تیار

ہو گئے، جسطرح ایک عاشق اپنے دوست سے ملاقات کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ یہی محبت کا تقاضا ہے۔

## ہم ہیں پیاسے شربت دیدار کے

قرآن مجید نے موت کو صرف دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے: لقاء ربہ "اپنے والے مالک سے ملاقات"۔ ملاقات کے درمیان اگر محبت کا قدم آجائے تو وہ لذیز ترین ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مومن کیلئے موت احلیٰ من العسل شہد سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے، کیونکہ مومن خدا سے محبت کرتا ہے۔

والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ "جو واقعاً خدا کو دل سے مانتے ہیں وہ خدا سے شدید ترین محبت کرتے ہیں"۔ یہی محبت الٰہی ایمان کا معیار ہے اور کامیابی کا راز ہے۔ (القرآن)

## میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

پھر اس محبت کا عملی نتیجہ خدا کی عملی اطاعت ہوتا ہے اور خدا والوں سے محبت ہوتا ہے۔ یہ محبت کا فطری تقاضا ہے کہ محبوب کے محبوب سے محبت کرتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول خداؐ نے فرمایا "مجھ سے محبت کرو خدا کی وجہ سے۔ اور میرے اہلبیت سے محبت کرو میری وجہ سے"۔ (صواعق محرقہ)

نیز فرمایا "احب اللہ من احب حسیناً" خدا ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

اسی لئے قرآن مجید میں رسول خدا اور ان کے قرابتداروں سے محبت کا حکم

دیا گیا ہے۔ فرمایا "کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ جو بھی اس نیکی کو کما کر لائے گا ہم خود اسکی حسنات اور حسن میں اضافہ کریں گے (کیونکہ) اللہ بڑا معاف کرنے والا اور قدر کرنے والا ہے"۔

(القرآن سورہ شورا)

معلوم ہوا خدا والوں کی محبت ہمارے گناہوں کو بھی معاف کر دیتی ہے، ہماری ناقص نیکیوں کو قبولیت کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

اسی لئے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اہلبیتؑ رسولؐ کی محبت ہی اصل حسنہ ہے۔ اسلئے کہ قرآن نے اسی آیت میں دو مرتبہ اس محبت کو حسنہ (نیکی) فرمایا ہے۔ کیونکہ یہی محبت تمام نیکیوں کی جڑ بنیاد ہے۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کی کہ اے موسیٰ! تو نے میرے لئے کیا کام کیا؟ موسیٰؑ نے عرض کی کہ میں نے نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے، زکوٰۃ دی۔ فرمایا نماز تیرے قرب کا ذریعہ ہے، روزے تیرے لئے جہنم کی ڈھال ہیں، زکوٰۃ تیری پاکیزگی، زیادتی رزق اور بلند درجات کیلئے ہے۔ یہ بتا کہ میرے لئے کیا کیا؟ حضرت موسیٰؑ حیران ہو گئے۔ عرض کی مالک میں کیا کروں جو تیرے لئے ہو؟ فرمایا کیا تو نے میرے دوستوں سے محبت کی؟ کیا تو نے میرے دشمنوں سے دشمنی کی؟ (اصول کافی)

معلوم ہوا خدا والوں سے محبت کرنا اور ان کے دشمنوں سے عداوت کرنا سب سے افضل اعمال میں سے ایک عمل ہے جو خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ خدا والوں

میں انبیاء کرامؑ، صدیقین یعنی ائمہ اہلبیتؑ، شہداء اور صالحین ہیں۔ ان میں سب سے افضل محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ ان سے محبت اور ان کی عملاً پیروی کرنے ہی میں انسان کی اصل معراج اور تکمیل کا راز ہے۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

قرآن میں فرمایا "کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، خود خدا تم سے محبت کرے گا"۔ (القرآن)

خدا کے محبوب بن جانے سے بڑی کوئی اور کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(مولف)

اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ وبارک وسلم

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علیٰ المرسلین والحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل من انک انت السمیع العلیم

(ڈاکٹر محمد حسن رضوی)

# اسی مصنف کے قلم سے

قرآن مبین: قرآن مجید کا آسان ترین واضح اردو ترجمہ

خلاصۃ التفاسیر: مختلف مکاتب فکر کی تفاسیر کا خلاصہ با تفسیر اہل بیت (۳۰ جلد)

اصول کافی کا منتخب آسان ترین ترجمہ (اردو، انگریزی)

روح قرآن: قرآن مجید کے موضوعات کا خلاصہ

روح اور موت کی حقیقت

کلام شاہ بھٹائی: اردو ترجمہ کا انتخاب اور ترتیب

قرآن مجید کا لفظی انگریزی ترجمہ

شیعہ عقائد و اعمال کا تعارف سنی کتابوں سے (اتحاد بین المسلمین کی ایک عملی کوشش)

قرآن مجید کے (۳۰) اہم ترین سورتوں کی تفسیر

قرآن مجید کے سو (۱۰۰) موضوعات کی تفسیر موضوعی

اثبات و معرفتِ خدا (جدید علوم کی روشنی میں)

ائمہ اہلبیتؑ کی معرفت اہلسنت کی کتابوں سے

حضرت امام مہدیؑ کی معرفت اور ہماری ذمہ داریاں

انتخاب صواعق محرقہ (ولایت علی ابن ابی طالب)

اصول دین (تفسیر موضوعی)


اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

B-285 بلاک 13 فیڈرل بی ایریا، کراچی فون 6364519